

فتاویٰ عالمگیری مؤلفین کے مؤین بہار



مصنف
محمد طفیل محمد مصباحی

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت سنی علماء تنظیم کتب بہار

خوشخبری

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں

<https://t.me/tehqiqat>
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لے

[https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا زوہیب حسن عطاری



بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتاویٰ عالمگیری کے مولفین بہار

مصنف

محمد طفیل احمد مصباحی

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت

سنی علمات تنظیم، کٹیہار، بہار

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب :	فتاویٰ عالمگیری کے مولفین بہار
مصنف :	محمد طفیل احمد مصباحی
کمپوزنگ :	سب ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)
ترتیب کار :	مولانا محمد حسن اختر برکاتی مصباحی
صفحات :	پیامی کمپیوٹر گرافکس، مبارک پور
تعداد :	۷۶
اشاعت :	گیارہ سو (۱۱۰۰)
قیمت :	شوال المکرم ۱۴۳۹ھ / جولائی ۲۰۱۸ء
ناشر :	اُسی روپے (۸۰)
زیر اہتمام :	شعبہ نشر و اشاعت، سنی علما تنظیم، کٹیہار، بہار
	پیر طریقت مفتی محمد عبدالواجد نوری صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

ملنے کے پتے:

- (۱) - شعبہ نشر و اشاعت سنی علما تنظیم، کٹیہار، بہار
- (۲) - محمد طفیل احمد مصباحی، سب ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
- (۳) - حافظ محمد عامر، مکتبہ حافظ ملت، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)
- (۴) - نوری کتاب گھر، نزد جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

نوٹ: کتاب حاصل کرنے کے لیے اس نمبر پر رابطہ کریں:

8416960925

فہرست

- | | | |
|----|---------------------------------|---|
| ۴ | ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر مصباحی | (۱) اورنگ زیب عالمگیر کے تخت پر
بہاری مفتیوں کی جلوہ گری |
| ۶ | محمد طفیل احمد مصباحی | (۲) عرضِ حال |
| ۸ | | (۳) صوبہ بہار کی علمی و ادبی حیثیت |
| ۱۱ | | (۴) ریشمی شہر بھاگلپور |
| ۱۴ | | (۵) علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری |
| ۲۴ | | (۶) علامہ شیخ غلام محمد بھاگل پوری |
| ۲۶ | | (۷) علامہ قاضی محب اللہ بہاری |
| ۳۵ | | (۸) ملا ابوالحسن در بھنگوی |
| ۴۰ | | (۹) قاضی سید عنایت اللہ مونگیری |
| ۴۷ | | (۱۰) ملا صبح الدین جعفر پھلواری |
| ۶۰ | | (۱۱) ملا محمد شفیع عثمانی گیاوی |
| ۴۲ | | (۱۲) ملا سید محمد فائق امٹھوی گیاوی |
| ۷۴ | | (۱۳) ملا محمد اکرم امٹھوی گیاوی |
| ۷۶ | | (۱۴) ملا وجیہ الرب امٹھوی گیاوی |

اورنگ زیب عالمگیر کے تخت پر بہاری مفتیوں کی جلوہ گری

از: پیکرِ علم و ادب ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر مصباحی
سجادہ نشین خانقاہ حلیمیہ، الہ آباد

صوبہ بہار کے قدیم ترین روحانی، علمی، تہذیبی اور اخلاقی سرمایہ نے انسان اور انسانیت کو ہمیشہ تقویت بخشی ہے، اہل علم اور اصحابِ قلم سے یہ سرزمین ہمیشہ آباد رہی۔ ساری اسلامی دنیا نے یہاں کی بصیرتوں اور ایمانی عطیات سے اپنے دامن کو پُر کیا، بالخصوص یہاں کے خاصانِ خدا اور بندگانِ برگزیدہ کی عرفانی قدروں، متصوفانہ تجلیوں، علمی کارناموں، نیز مکاشفات و تصرفات، برکاتِ مجاہدات اور ارشادات و ملفوظات کے چراغ ہر طرف روشن ہیں۔ حضور مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد بکچی منیری (۶۶۱ھ-۷۸۲ھ) رحمہ اللہ کا عہدِ عہدِ زریں کہلاتا ہے، آپ نے تقویٰ و تقفہ، تصوف و طہارت اور تزکیہٴ نفس کا باب نوکھولتے ہوئے تعلیماتِ قرآن و احادیث اور عشق و محبت کا دریا بہادیا، ہزاروں صفحات کے آئینے میں سرزمینِ بہار کی ایک نئی تاریخ مرتب فرما دی۔ اپنی مشہور زمانہ تصانیف ”مکتوباتِ صدی و مکتوباتِ دو صدی“ کے علاوہ آپ نے تقریباً ۳۰ ضخیم کتابیں تصنیف فرمائیں۔ بعدہ ”مناقب الاصفیا“ از: حضور مخدوم شاہ شعیب ”کنج لا یخفی“ از: حضرت حسین نوشہ توحید پلٹی، ”مونس القلوب“ از: حضرت احمد لنگر دریا پلٹی، وسیلہ شرف“ از: حضرت فرزند علی صوفی منیری اور ”سیرت الشرف“ از: حضرت خیر الدین وغیرہ جیسی دیگر کتابوں نے علمی رنگ و لطافت میں مزید اضافہ کیا، مذکورہ تمام تصانیف پر محققینِ علم و ادب کئی بار پی. ایچ. ڈی. اور ڈی. فل کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں۔

دبستانِ بہار کی علمی، فقہی اور تحقیقی رفتارِ ارتقا اور خدماتی تسلسل پر کبھی جمود نہ طاری ہوا، جماعتی سطح پر فروغ و تبلیغ کا سلسلہ لگاتار جاری رہا، دسویں صدی ہجری کے آخر تک علوم اسلامیہ کا پیش بہا سرمایہ وجود میں آچکا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد پھر ایک ایسا وقت بھی آیا جب بہار کے ایک درجن علما و فقہا مغل بادشاہ حضرت

اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کے سرکاتاج بن کر رہ گئے، حضرت عالم گیر ایک سچے عاشقِ رسول، ملتِ اسلامیہ کے ہمدرد اور فروغِ علومِ دینی کے سچے ہی خواہ تھے۔ وہ اپنے دورِ حکومت میں فقہی مسائل و فتاویٰ کا ایک نیا آفتاب روشن کرنا چاہتے تھے، اسی لائحہ عمل کی روشنی میں انھوں نے اپنے عہد میں فقہ و فتاویٰ نویسی کی بابت خصوصی دل چسپی کا اظہار کیا اور فقیہوں کی ایک ایسی مبارک جماعت متعین کرنے کا منصوبہ تیار کیا جو سرکاری وظائف و معاونت کے تحت ہر فتوے کو بادشاہ کی سرپرستی و نگرانی میں مرتب و مدون کر کے ایک عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا منظرِ عام پر لائے۔ اس سلسلے میں جنابِ انظر شاہ کاشمیری نے فتاویٰ عالم گیری (اردو ترجمہ) کے باب اول میں بانی فقیہانِ کرام کی تحقیق کی ہے، جن میں سے بارہ مفتی صوبہ بہار کے تھے۔ علاقائی دلچسپی کی روشنی میں یہ غایت تعداد یقیناً قدر و احترام کی دعوت دیتی ہے اور کسی حد تک فخر و ناز کا سامان بھی مہیا کرتی ہے۔ غالباً اسی اخلاقی تناظر میں صاحبِ تصانیف کثیرہ محبِ گرامی حضرت مولانا محمد طفیل احمد مصباحی صاحب مدظلہ مدیرِ سعادت ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، ضلعِ اعظم گڑھ نے خصوصی توجہ دی اور اپنی تحقیقی سرگرمیوں کو جاری رکھتے ہوئے دس (۱۰) مفتیوں کے ذکرِ خیر کی سعادت حاصل کی اور شاید پہلی بار ان فقہاے بہار کے تعارف و سوانح سے آشنا کرانے کا شرف حاصل کیا، یقیناً وہ قابلِ صد تحسین و مبارک باد ہے، بڑی مسرت کی بات ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کے صفحات پر بہاری مفتی چھائے رہے اور فتاویٰ عالمگیری کے توسط سے فتاویٰ نویسی کے اصول و ضوابط اور تحقیقی عوامل کی تبلیغ کے راستے ہموار کرتے رہے۔

نئے نئے مسائل و احکام اور جدید جہتوں کے راستے کبھی بند نہیں ہوئے، رفتارِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مسائل کے نئے نئے گوشے بھی سامنے آتے رہتے ہیں، بہت سارے مسائل کو اجتہادات کا دامن پکڑنا پڑتا ہے، ایسی صورت میں نہ صرف ”فتاویٰ عالمگیری“ بلکہ کوئی بھی ذخیرہ فتاویٰ ہو، آنے والے نئے نئے مسائل اور تقاضہ اجتہادات کا احساس دلاتے رہیں گے۔

مولانا طفیل احمد مصباحی کو اس کارِ خیر اور حسنِ عمل پر ایک بار پھر مبارک باد پیش کرتا ہوں، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ، باقی دوسرے مفتیوں کے حق میں موصوف نے اپنے تحقیقی دروازے کو کیوں بند رکھا؟ اس مصلحت کو جاننے کی ضرورت کوشش کروں گا۔

سید شمیم احمد گوہر مصباحی

عرضِ حال

زیر نظر کتاب ”فتاویٰ عالمگیری کے مولفین بہار“ دو سال قبل ہی لکھی جا چکی تھی، لیکن طباعت و اشاعت کا انتظام نہ ہونے کے سبب اب تک یہ منظرِ عام پر نہ آ سکی۔
الحمد للہ، ثم الحمد للہ! اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور اس کے حبیب جناب رحمتِ عالم ﷺ کی نظر عنایت سے اب یہ کتاب پریس میں جا رہی ہے۔
صوبہ بہار کے علما و مشائخ اور اربابِ فضل و کمال کی حیات و خدمات کو منظرِ عام پر لانے کا کام فقیر راقم الحروف گزشتہ سات آٹھ سال سے انجام دے رہا ہے اور اس حوالے سے مندرجہ ذیل کتابیں عوام و خواص کی بارگاہ میں پیش کر چکا ہے۔

(۱) - تذکرہ شعرائے بھاگل پور (سات سو صفحات پر مشتمل) (۲) - تذکرہ سرکار شبلی باڑی
(۳) - تذکرہ مفتی محمد ظل الرحمن رحمۃ ضیائی بھاگل پوری (۴) - علامہ سید سلیمان اشرف بہاری:
حیات و خدمات (اس کتاب کی کمپوزنگ ہو چکی ہے اور بہت جلد طباعت کے مرحلے سے گزرنے والی ہے) (۵) - تذکرہ محدثین بہار (زیر ترتیب) (۶) - تذکرہ علمائے بھاگل پور (زیر ترتیب)
زیر نظر کتاب ”فتاویٰ عالمگیری کے مولفین بہار“ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک خوب صورت کڑی ہے۔ جس میں صوبہ بہار سے تعلق رکھنے والے ان دس فقہائے کرام و مفتیانِ عظام کے احوال و آثار پر روشنی ڈالی گئی ہے جنہوں نے فقہ حنفی کی عظیم کتاب ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین و تالیف میں براہِ راست حصہ لیا تھا اور اپنی ہمہ جہت دینی و علمی کارناموں سے پورے عہد کو متاثر کیا تھا۔
اربابِ تحقیق و تاریخ کی صراحت کے مطابق ”فتاویٰ عالمگیری“ کی جمع و ترتیب اور تدوین و تالیف میں بہار کے مفتیانِ کرام غالب اکثریت میں تھے۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین و تالیف میں کُل کتنے علما و فقہا شامل تھے؟ اس کی صراحت تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں نہیں ملتی۔ بعض اہل علم نے سو کے قریب تعداد بتائی ہے، اس کتاب میں دس فقہائے بہار کا تذکرہ ہے جو مجموعی

تعداد کے لحاظ سے بہت کم ہے۔ اس عنوان پر مزید غور و فکر اور تحقیق کی ضرورت ہے۔
دو سال کی محنتِ شاقہ کے بعد راقم الحروف سے جہاں تک ہوسکا نتیجہ تحقیق اور حاصلِ مطالعہ قارئین کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوں، اس کا فیصلہ قارئین کے ہاتھوں پر چھوڑتا ہوں۔

دورانِ تحقیق و مطالعہ ملا قاضی محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام فتاویٰ عالمگیری کے مولفین کے زمرے میں نہیں ملا۔ لیکن بعد میں دو تین اہلِ علم و قلم کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ بھی فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و تالیف میں شریک تھے، کتاب چوں کہ مکمل ہو چکی تھی اس لیے وقت کی قلت کے پیش نظر طلبہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی علمی و تحقیقی کاوش ”مجددین اسلام نمبر“ سے راقم نے قاضی محب اللہ بہاری کا تذکرہ اس کتاب میں شامل کر دیا ہے۔

پیکرِ علم و ادب، آبروئے فکر و فن حضرت علامہ ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر مصباحی دام ظلہ العالی، سجادہ نشین خانقاہ حلیمیہ، الہ آباد، یوپی کا میں شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنے بیش قیمت ”تاثرات“ سے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل اور عمر و اقبال میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ آمین۔

پیر طریقت حضرت علامہ عبد الواحد نوری صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی توجہ خاص سے یہ کتاب منظرِ عام پر آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے انھیں شاد و آباد رکھے، دارین کی رحمتوں اور برکتوں سے وافر حصہ عطا فرمائے اور آپ کی قائم کردہ ”سنی علما تنظیم“ کٹیہار، بہار کے جملہ اغراض و مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین
بجاء سید المرسلین، علیہم التحیۃ والتسلیم۔

محمد طفیل احمد مصباحی

سب ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور

اعظم گڑھ (یوپی)

۲۴ جولائی ۲۰۱۸ء بروز پیر

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ

صوبہ بہار کی علمی و ادبی حیثیت

صوبہ بہار کی علمی و روحانی اور ادبی عظمت سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے۔ ہندستان جنت نشان کے علمی مراکز میں دہلی و لکھنؤ کے بعد تیسرا اہم اور قابل قدر مرکز عظیم آباد (پٹنہ، بہار) ہے۔ عظیم آباد صوبہ بہار کا علمی و روحانی دارالسلطنت اور ادبی راجدھانی ہے۔

پروفیسر اختر اورینوی کے بقول:

”چھٹی صدی قبل مسیح اور پانچویں صدی بعد مسیح تک ایک ہزار سالہ دور ایسا گزرا ہے کہ سارے ملک ہند کی تاریخ پاٹلی پتر (عظیم آباد، پٹنہ، بہار) کے مرکز کے گرد گھومتی ہے اور اس عظیم شہر کے سیاسی زوال کے بعد اس کا تہذیبی اقتدار زمانہ دراز تک قائم رہا۔ نہ صرف ملک کے اندر بلکہ ملک کے باہر بھی جنوب مشرقی ایشیا اور مشرق وسطیٰ تک بودھ دھرم اور بہاری تہذیب کا اثر تھا۔ نالندہ اور وکرم شیلہ کی یونیورسٹیاں، ایشیا میں علم و ثقافت کے مینار تھیں۔“^(۱)

گلشن بہار میں، بہار ہر دور میں قائم و باقی رہی۔ علم و حکمت، تہذیب و ثقافت، صنعت و حرفت، سیاست و صحافت، تحقیق و تنقید اور ادب و شاعری، غرض کہ کوئی شعبہ حیات اور زاویہ فکر و فن ایسا نہیں جس میں فرزندان بہار نے اپنی بے مثال خدمات کے گہرے نقوش نہ چھوڑے ہوں۔

عظیم آباد (پٹنہ) کے زیر اثر صوبہ بہار کے دیگر اضلاع و قصبات بھی علم و حکمت، تہذیب و ثقافت، ارباب شریعت و طریقت اور رجال شعر و ادب کی انجمن سے آباد ہیں۔

”فتاویٰ عالمگیری“ فقہ حنفی کا ایک عظیم اور قیمتی سرمایہ ہے، جسے سلطان محی الدین، اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے اس دور کے مایہ ناز علمائے کرام اور یگانہ عصر فقہائے عظام نے بڑی محنت و مشقت اور کمال عرق ریزی سے مرتب و مدون فرمایا۔ فتاویٰ عالمگیری کی

(۱).... بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا، ص: ۶۷، قومی کونسل، دہلی۔

تدوین کا آغاز ۱۰۷۹ھ میں ہوا اور تکمیل ۱۰۸۶ھ میں ہوئی۔ اس علمی و فقہی انسائیکلو پیڈیا کی ترتیب و تدوین اور جمع و تالیف میں صوبہ بہار کے علما و فقہا کی ایک کثیر تعداد شامل اور شریک کار تھی۔ بعض محققین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ: فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و تالیف میں اپنی علمی و فقہی خدمات پیش کرنے والے علمائے بہار شریک غالب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی کے مایہ ناز شاگرد پروفیسر معین الدین دردائی لکھتے ہیں:

”کتنے لوگ ہیں جو ہمارے اس دعویٰ کو بلا تامل قبول کرنے کے لیے تیار ہوں کہ بادشاہ اورنگ زیب کے عہد میں ”فتاویٰ عالمگیری“ کے نام سے جو معتبر اور مستند کتاب علما کی ایک جماعت نے بادشاہ ”اورنگ زیب عالمگیر“ کے حکم سے لکھی تھی، اس میں بہار کے علما شریک غالب تھے؟“^(۱)

خواجہ رضی الدین عطش لکھتے ہیں:

”اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں ”فتاویٰ عالمگیری“ جیسی کتاب جب ضبط تحریر میں لائی گئی تو اس مہم کی انجام دہی میں بہار کے علما شریک غالب کی حیثیت رکھتے تھے۔“^(۲)

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ فتاویٰ عالمگیری جیسی معرکہ الآرا اور مبسوط و مدلل فقہی کتاب کی ترتیب و تالیف میں بہار کے علما و فقہا نہ صرف یہ کہ شریک تھے، بلکہ شریک غالب اور اکثریت کے درجے میں تھے۔ اگر بالفرض اکثریت اور شریک غالب ہونے کا دعویٰ تسلیم نہ بھی کیا جائے تو مجموعی تعداد کا نصف حصہ ماننا ہی پڑے گا۔ اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ ایک کتاب جس کی جمع و تالیف میں ملک کے ہر صوبہ و خطہ کے علما و فقہا شریک تھے، ان میں سے صرف ایک صوبہ بہار سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام و مفتیان عظام شریک غالب یا نصف کے برابر شریک کار تھے۔ باشندگان بہار کے لیے یہ فخر و مباہات کی بات ہے کہ ان کے آبا و اجداد اور اسلاف بہار فتاویٰ عالمگیر کی جیسی کتاب کی جمع و تالیف میں کثیر تعداد میں موجود تھے۔

(۱)۔۔۔ بہار اور اردو شاعری، ص: ۱۱۱۔

(۲)۔۔۔ داغ کا آخری چراغ، ص: ۱۳۷، اسلام آباد

اولئك آبائي فجئني بمثلهم اذا جمعتنا يا جرير المجمع
راقم الحروف طفيل احمد مصباحي عفي عنه گذشتہ دو سال سے اس موضوع پر تحقیق کر رہا
ہے۔ نتیجہ تحقیق کے طور پر فتاویٰ عالمگیری کے مولفین بہار میں مندرجہ ذیل بارہ^(۱۲) علما
نے کرام و فقہائے عظام کے اسماء ملے ہیں:

- | | |
|---------------------------------|----------------------------------|
| (۱) شیخ قاضی محب اللہ بہاری | (۲) شیخ رضی الدین بھاگل پوری |
| (۳) شیخ غلام محمد بھاگل پوری | (۴) ملا محمد شفیع عثمانی گیاروی |
| (۵) ملا شیخ نظام الدین گیاروی | (۶) ملا محمد سید فائق گیاروی |
| (۷) ملا محمد اکرم بہاری | (۸) ملا فصیح الدین پھلواری |
| (۹) قاضی عنایت اللہ مولگیری | (۱۰) ملا قاضی ابوالحسن در بھنگوی |
| (۱۱) قاضی سید رضی الدین مولگیری | (۱۲) ملا وجیہ الرب گیاروی |

آیت کریمہ: ”فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا“ کے مطابق علم و حکمت
کی بارہ نہریں تھیں جو خاص صوبہ بہار سے نکلیں اور ملک کے گوشے گوشے کو سرسبز و شاداب
کرتے ہوئے فتاویٰ عالمگیری جیسے عظیم علمی و فقہی سمندر میں جذب ہو گئیں۔
ڈاکٹر شبیر احمد قادر آبادی نے چند کتب و رسائل کے حوالے سے مولفین فتاویٰ عالم
گیری کی جو فہرست اپنی کتاب ”عربی زبان و ادب: عہد مغلیہ میں“ نقل کی ہے، اس میں بہار
کے ایک اور عالم و فقیہ کا ذکر کیا ہے جو فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں شریک تھے۔
چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”بہار کے شمال میں ایک شریف مسلمان محمد بخش رہتے تھے، ان کا گھرانہ عالموں اور
قاضیوں کا گھرانہ تھا، اس خاندان کے ایک عالم نے بھی فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں حصہ لیا
تھا۔ یہ محمد بخش خود بھی عالم تھے، شاعر تھے۔ ان کے لڑکے خدا بخش اور نینل پبلک لائبریری،
پٹنہ کے بانی ہیں۔“

ریشمی شہر بھاگل پور

سرزمین بھاگل پور زمانہ قدیم سے علم و حکمت، معرفت و روحانیت، اور ادب و شاعری کا گہوارہ رہا ہے۔ صوبہ بہار کا یہ مبارک و مسعود خطہ، دینی، ملی، علمی، روحانی، اخلاقی اور تہذیبی و ثقافتی جہتوں سے اپنے دامن میں ایک زریں تاریخ، انفرادی شان اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ مطلع ہند پر جب سے اسلام کا سورج طلوع ہوا اور اس کی کرنوں سے ملک کا گوشہ گوشہ منور ہوا، تو شہر بھاگلپور نے بھی اس روشنی سے اکتساب فیض کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بھاگل پور شروع ہی سے علم و فضل کا گہوارہ، ولایت و روحانیت کا مسکن، ادب و ثقافت کا منبع اور تبلیغ و ہدایت کا مرکز رہا ہے۔

پہلوے گنگ میں پر کیف نظاروں کا شہر
ساغر و خم کا نگر، بادہ و گساروں کا شہر
مسکراتی ہو نو خیز بہاروں کا شہر
لالہ و گل کی زمیں، چاند ستاروں کا شہر

بلا مبالغہ اس شہر نے بڑے بڑے شیوخ عصر، فضلاء دہر، نامور محدثین، جلیل القدر فقہاء، بالغ النظر مفتیان دین اور بے شمار مدرّسین، محققین اور ادبا و مفکرین کو جنم دیا ہے۔ یہاں کی خاک سے بے شمار علما و مشائخ، ارباب فضل و کمال، اساطین علم و ولایت، صاحبان فکر و دانش سخن و ران ملت اٹھے اور آسمان فضل و کمال پہ آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ شہباز ولایت، سلطان العارفین حضرت شیخ شہباز محمد بھاگل پوری علیہ الرحمۃ نے بھاگل پور کی عظمت و شہرت کو زمین کی پستی سے اٹھا کر آسمان کی بلندی تک پہنچا دیا۔ آپ کے تلمیذ رشید اور مرید و خلیفہ حضرت علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری سرزمین بھاگلپور کا وہ نامور سپوت ہے جو فقہی حنفی کے عظیم انسائیکلو پیڈیا ”فتاویٰ عالمگیری“ کی ترتیب و تدوین میں پیش پیش رہے اور فقہ و فتاویٰ کی اس گراں قدر کتاب کے ”مرتبین“ میں شمار کیے گئے۔

شہزادہ خرم، تاج محل کے بانی، ہندوستان جیسی عظیم سلطنت کے حکمران، شاہ جہاں بن جہانگیر حکومت و اقتدار کی بھیک مانگنے کے لیے شیخ شہباز محمد کے پاس بھاگل پور ہی آئے تھے۔

اہل علم و دین سے تیرا جہاں پُر نور ہے
ناز ہے جس پر فلک کو تو وہ بھاگل پور ہے
عالم بالا کے نادیدہ خزانے تجھ میں ہیں
یعنی سرِ حق کے پوشیدہ خزانے تجھ میں ہیں

(تحسین بھاگل پوری)

بھاگل پور اور اس کے اطراف و جوانب میں ارباب علم و دانش اور صاحبان سلوک و تصوف کی ایک انجمن آباد ہے۔ عالم بالا کے نادیدہ خزانے اور سرِ حق کے پوشیدہ خزانے بلاشبہ اس پاک سرزمین کے سینے میں محفوظ و مدفون ہیں۔ بڑے بڑے اساطین علم و ولایت اس کی خاک سے اٹھے اور دیکھتے ہی دیکھتے انفس و آفاق پر بچھا گئے۔ مختلف ادوار میں بے شمار علما و مشائخ، فقیہانِ حرم، ادبا و شعرا اور مجاہدین و صالحین مختلف مقامات سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے اور اپنے قدوم میں منت لزوم سے اسے مشرف فرمایا۔ مساجد و مقابر، خانقاہیں اور مدارس و مکاتب قائم کر کے یہاں اسلامی عقائد و نظریات اور دین و مذہب کی حیات بخش تعلیمات عام کیں۔ ان تمام باتوں کی تفصیل تاریخ کے اوراق میں موجود و محفوظ ہیں۔

شاعر نے مندرجہ ذیل شعر تو بدایوں (یوپی) کے بارے میں کہا تھا:

ظالم تیری گلی بھی بدایوں سے کم نہیں
جس کی گلی گلی میں مزارِ شہید ہے

لیکن خاص شہر بھاگل پور کے مختلف مقامات پر مدفون اولیائے کرام و شہدائے عظام کی قبریں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ بھاگل پور بھی ان خوش بخت شہروں میں سے ایک ہے، جہاں اللہ کے بے شمار نیک بندے، عارفانِ باللہ، اولیائے کرام، شہدائے عظام اور بزرگانِ دین آسودہ خاک ہیں۔ راہ حق میں اپنی جان اور لہو کا نذرانہ پیش کرنے والوں میں ایک اچھی خاصی تعداد ”مجاہدین بھاگل پور“ کی بھی ہے۔

والد گرامی مولانا تحسین رضوی بھاگل پوری دام ظلہ نے کیا ہی خوب کہا ہے:

تجھ میں اہل دین کی ایک انجمن آباد ہے
علم و حکمت، فکر و دانش کا چمن آباد ہے
تجھ میں یوں اللہ کے مقبول ہیں، بکھرے ہوئے
گلشن ہستی میں جیسے پھول ہیں بکھرے ہوئے

بھاگل پور کی دھرتی ہمیشہ اس بات پر ناز اور فخر کرے گی کہ اس کے معدن خیرات و برکات میں بڑے بڑے اساطین علم و حکمت، شہبازانِ طریقت اور اولوالعزم اولیائے امتِ محو خواب ہیں۔ ہندستان کے نقشے پر جب سے یہ شہر آباد ہے، تب سے یہاں علم و حکمت کے قافلے آباد ہیں اور ہر دور میں یہاں کے علما و فضلاء نے دین و دانش، سلوک و معرفت اور ادب و ثقافت کی ترویج و اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ غرض کہ علوم و فنون کی تبلیغ و توسیع، دین و مذہب کی نشر و اشاعت، سلوک و تصوف کے فروغ اور علمی و عملی جہاد کے ایک عظیم تاریخ بھاگل پور کے علما و مشائخ کی ذاتِ قدسی صفات سے وابستہ ہے۔ یہ مبارک شہر اپنی تہذیبی آثار، ثقافتی مناظر، بزرگانِ دین کے آستانوں اور اولیاء اللہ کے قدیم مزارات کے اعتبار سے قابلِ دید اور لائقِ نظارہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کے مولفین میں تقریباً ۳۵۵ علما و فقہاء کے اسماء تذکرہ و سوانح کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ ان میں سے بعض ہی خوش بخت علما ایسے ہیں جن کے تفصیلی حالات ملتے ہیں۔ اکثر کے حالات پردہٴ خفائیں ہیں یا پھر نہایت ہی اختصار کے ساتھ کتابوں میں درج ہیں۔

عمدۃ الفقہاء حضرت علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری و حضرت علامہ شیخ غلام محمد بھاگل پوری علیہما رحمہ کے احوال و آثار اور ان کی حیات و خدمات کی تفصیل نہیں ملتی۔ فتاویٰ عالمگیری جیسی مہتمم بالشان اور بلند پایہ فقہی کتاب کے مرتب و مؤلف کی حیثیت سے ان دونوں بزرگوں کے نام اور کام تاریخ کے سینے میں محفوظ رہ گئے ہیں۔ خیر یہ بھی غنیمت ہے، ورنہ ہماری غفلت اور تساہلی کے باعث سینکڑوں علما و مشائخ، رجالِ شریعت و طریقت اور اربابِ علم و حکمت ہمیشہ کے لیے گمنامی کے قبرستان میں دفن ہو گئے اور آج حال یہ ہے کہ نئی نسل ان کے نام سے بھی واقف نہیں۔ اللہ رحم فرمائے۔

علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری

عمدۃ الفقہاء حضرت علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری قدس سرہ (متوفی: ۱۰۹۶ھ) عہد اورنگ زیب عالم گیر کے مشہور علماء و فقہاء میں تھے۔ علم و فضل، حکمت و کمال اور شجاعت و بہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کے علمی جاہ و جلال اور شجاعت و بسالت میں رتبہ کمال پر فائز ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ بھاگل پور کی مشہور علمی و ادبی شخصیت جناب محمد اسلام شاہی کے بقول: آپ کا آبائی وطن ”پورنی“ ہے۔ شیخ رضی الدین کے آباء و اجداد عہد جہانگیری و شاہ جہانی میں کھل گاہوں و پورنی کے عہدہ قضا پر مامور تھے۔ آپ ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ پورنی زمانہ قدیم سے علم و حکمت کا گہوارہ رہا ہے۔ آج بھی یہاں اہل علم حضرات کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ ماضی قریب کے مشہور دیوبندی عالم مولانا محمد سہول بھاگل پوری، اسی پورنی کے باشندہ تھے۔ راقم الحروف کا نانیہال بھی پورنی ہے۔ مولانا جہاں گیر خان صاحب (ڈھمرا، بانکا، بہار) نے راقم الحروف کو بتایا ”میں نے حضرت مولانا مفتی شاہ جہاں بھاگل پوری، مولانا ساجد اللہ اور مفتی شمس الضحیٰ (شکر اللہ چک، حسین آباد، بھاگل پور) کی زبانی سنا ہے کہ علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری، جو فتاویٰ عالمگیری کے مولفین میں سے ہیں، ان کا مقام ولادت اور آبائی وطن شیخ پورہ (کجرلی، بھاگل پور) ہے۔

ولادت اور شجرہ نسب:

مولانا شیخ رضی الدین بھاگل پوری ایک علمی و روحانی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ علوم و فنون کی دولت بے بہا آپ کو وراثت میں ملی تھی۔ آپ کا نسب نامہ چھبیسویں پشت میں سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ شیخ رضی الدین کی آٹھویں پشت کے جدِ اعلیٰ سید محمد خوارزمی، سلطان الاولیاء حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ السلام کے مرید تھے۔ سید محمد خوارزمی کے صاحب زادے سید جمال الدین خوارزمی نے فتنہ چنگیز و تاتار سے پریشان ہو کر

خوارزم سے ہجرت کر کے لاہور میں سکونت اختیار کر لی اور یہاں بحسن و خوبی دعوت و تبلیغ کے فرائض انجام دیے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے صاحب زادے مخدوم سید ابی غفار حسینی مسند سجادگی پر رونق افراز ہوئے۔ انھوں نے اپنی حیات میں اپنے بڑے فرزند سید کمال الدین لاہوری کو مانڈو، (گجرات) کی ولایت دے کر گجرات روانہ کیا۔ سید کمال الدین مانڈو تشریف لائے اور یہاں ایک خانقاہ کی بنیاد ڈال کر دین حق کی تبلیغ و اشاعت میں کوشاں رہے۔ سید کمال الدین کے وصال کے بعد آپ کے صاحب زادے مخدوم سید علاء الدین مانڈو، گجرات سے رخت سفر باندھ کر صوبہ بہار کے مشہور شہر ”بہار شریف“ آگئے اور یہاں مستقل بود و باش اختیار کر لی اور تغلق شاہ کے دور میں ”قاضی القضاۃ“ کے عہدے پر مامور ہوئے۔

ان کی رحلت کے بعد ان کے صاحب زادے سید حسام الدین نے منصب قضا کو زینت بخشی، سید حسام الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مخدوم بہار شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی۔ مخدوم بہار نے آپ کو وحدت و عرفان کا جام پلا کر اپنے وقت کا ولی کامل بنا دیا۔ حضرت سید حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کے صاحب زادے سید مخدوم سجاد الدین احمد، بہار شریف کی رہائش ترک کر کے قصبہ کھن پور، ضلع مونگیر، بہار آکر آباد ہو گئے۔ سید سجاد الدین احمد نے اپنے بڑے صاحب زادے سید کمال الدین ثانی کو بیگوسرائے، بہار کی ولایت عطا کر دی۔ آپ یہاں تشریف لائے اور اہل و عیال کے ساتھ رہنے لگے۔ حضرت سید کمال الدین ثانی کے صاحب زادے قاضی سید محی الدین، علامہ قاضی رضی الدین بھاگل پوری (مؤلف فتاویٰ عالمگیری) کے والد گرامی تھے۔

حضرت سید محی الدین، والد گرامی سید رضی الدین بھاگل پوری کی ولادت شاہ پور کمال، بیگوسرائے، بہار میں ہوئی۔ اپنے والد سید کمال الدین ثانی سے تعلیم و تربیت حاصل کی اور اپنے وقت کے عظیم عالم و فاضل اور قاضی و مفتی ہوئے۔ بھاگل پور کا مشہور خطہ ”کھل گاؤں“ بادشاہ جہانگیر ابن اکبر کے زمانے میں ”دار القضاۃ“ تھا۔ بادشاہ جہانگیر کے حکم و ایما پر آپ اس کے ”قاضی القضاۃ“ ہوئے۔ شیخ رضی الدین بھاگل پوری کے والد ماجد قاضی محی الدین کھلگاؤں میں جس جگہ رہائش پذیر تھے، آج وہ جگہ ”قاضی پورہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ قاضی سید محی

الدین کی قبر پاک قاضی پورہ، کھل گاؤں، بھاگل پور میں ایک قدیم درخت کے نیچے واقع ہے۔
حضرت علامہ قاضی سید رضی الدین بھاگل پوری کی ولادت کھل گاؤں، بھاگل پور میں
ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سید محی الدین سے حاصل کی۔^(۱)

اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے شہباز ولایت، سلطان العارفین حضرت شہباز محمد
بھاگل پوری علیہ الرحمۃ (متوفی: ۱۰۵۰ھ) کی خدمت میں خانقاہ شہبازیہ، ملاچک بھاگل پور تشریف
لے گئے۔ اور مروجہ علوم فنون میں مہارت و بصیرت اور رتبہ کمال حاصل کر کے عہد اور
نگ زیب کے علمائے فحول اور جلیل القدر فقہائیں شمار کیے گئے۔

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور شاگرد اپنے استاذ اور مدرسہ سے۔
موضوع کی مناسبت سے یہاں چند سطروں میں حضرت شیخ شہباز بھاگل پوری اور آپ
کا قائم کردہ مدرسہ شہبازیہ کا ذکر ضروری ہے تاکہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری کی علمی عظمت
اور ان کے علمی تجربہ اور مقام امتیاز کا اندازہ ہو سکے۔ شہباز ولایت، جامع شریعت و طریقت،
حضرت شہباز محمد بھاگل پوری علیہ الرحمۃ عہد شاہجہاں و عالم گیر کے نامور شیخ طریقت اور فاضل
شریعت گذرے ہیں۔ حضرت علامہ ابن حجر مکی یتیمی شافعی جیسے نابغہ عصر سے آپ کو تعلم و
تلمذ کا شرف حاصل ہے۔ مصنف سلطان العارفین کی صراحت کے مطابق: اکیان (۵۱) علوم
وفنون میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ استاذ محترم ابن حجر مکی نے آپ کو ”سند المحدثین“
اور ”مجدد وقت“ جیسے اعلیٰ خطاب سے نوازا۔ شہنشاہ ہند اور نگ زیب عالم گیر نے آپ کو
اپنے دور کا ”امام اعظم ابو حنیفہ“ کہا۔ دہلی کے دربار شاہی میں بہ عہد جہاں گیر جب حقہ پینے
سے متعلق جواز و عدم جواز کا مسئلہ پیدا ہوا تو آپ کے فتویٰ کو ”قول فیصل“ کا درجہ دیا گیا۔

شیخ شہباز محمد علیہ الرحمۃ کا قائم کردہ ”مدرسہ شہبازیہ“ ایک زمانے میں علم و عرفان کا ایک بڑا
مرکز تھا۔ آپ کے حلقہ درس کی وسعت اور مدرسہ شہبازیہ کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم تھا
کہ بیک وقت پانچ سو طلبہ علوم اسلامیہ یہاں تعلیم حاصل کرتے تھے، دہلی، لاہور، پنجاب،
سرہند، بہار، بنگال، اڈیشا، جون پور، قنوج اور غازی پور وغیرہ سے طلبہ اور تشنگانِ علوم نبویہ

(۱) ... ماہ نامہ زبان و ادب، پٹنہ، جون ۲۰۱۵ء، ص: ۳۳، ۳۴۔

اپنی علمی و روحانی پیاس بجھانے کے لیے آپ کی بارگاہ میں آتے اور مدرسہ شہبازیہ میں داخلہ لے کر علوم و فنون کی تکمیل کرتے۔ سید اشتیاق عالم شہبازی لکھتے ہیں:

”ہندوستان کے بڑے بڑے نام ور علما، فضلاء، مفتیانِ کرام اور مشائخِ وقت اس مدرسہ (شہبازیہ، بھاگل پور) کے سنیافتہ ہیں، جو بعد میں بڑے بڑے علمی و روحانی مراکز کے مالک ہوئے۔“^(۱)

بھاگل پور کے مایہ ناز فقیہ اور شجاع و بہادر عالم دین حضرت علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری علیہ الرحمۃ شیخ شہباز محمد کے تلمیذ رشید اور اسی مدرسہ شہبازیہ کے سنیافتہ عالم و فاضل تھے، جو آگے چل کر سلطان اور نگ زیب عالم گیر کے منظورِ نظر، مغل سلطنت کے محتسب اور فتاویٰ عالمگیری کے مولفین میں شامل ہوئے اور پورے شہر بھاگل پور کے لیے سندِ افتخار اور قابلِ فخر ثابت ہوئے۔ پروفیسر لطف الرحمن لکھتے ہیں:

”فتاویٰ عالمگیری کے مولفین ہندوستان کے منتخب فضلاء تھے، شیخ رضی الدین کی اس گروہ میں شمولیت ان کے کمالِ علوم و افضال کی فی نفسہ ایک روشن دلیل ہے۔ یہ طرہ امتیاز بھاگل پور کی خاک کو حاصل رہا کہ اورنگ زیب عالم گیر کی نگاہِ انتخاب بھی بھاگل پور کی معترف رہی۔“^(۲)

شیخ رضی الدین کو اپنے اساتذہ شہباز محمد بھاگل پوری سے غایت درجہ محبت و عقیدت تھی۔ اسی عقیدت کے نتیجے میں استاذ سے بیعت ہو گئے اور اجازت و خلافت سے بھی نواز گئے۔ شیخ شہباز محمد بھاگل پوری کے جملہ تلامذہ و خلفاء میں آپ کو بلند ترین مقام حاصل ہے۔ حکیم عبدالحی رائے بریلوی نے بھاگل پور کو علماء و شرفاء کا مسکن بتایا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”بھاگل پور بلدة معروفة يسكن بها العلماء والاشرف“^(۳)

شیخ رضی الدین بھاگل پوری فضلاء بہار اور شرفائے بھاگل پور میں سے ایک ہیں۔

(۱)... سلطان العارفين، ص: ۶۳، مطبوعہ، بھاگل پور۔

(۲)... ماہنامہ سہیل، گیارہ، ۱۹۶۸ء، ص: ۷۰، بھاگل پور کا ادبی ماحول نمبر

(۳)... الهند في العهد الاسلامي، ص: ۵۱۔

شیخ رضی الدین کے مختصر احوال و آثار سے متعلق قدیم ترین ماخذ ”ماثر عالمگیری“ ہے۔ اس کے مصنف مستعد خان ساقی لکھتے ہیں:

”شیخ رضی الدین بھاگل پوری، بہار کے شرفا میں تھے، یہ فاضل ”فتاویٰ عالمگیری“ کے مولفین میں شامل تھے۔ تین روپیہ یومیہ ان کی تنخواہ مقرر تھی۔ شیخ رضی الدین علاوہ ایک فاضل تبحر ہونے کے فن سپاہ گری میں کامل تھے اور علم داری و ندی و غیرہ کمالات میں بھی ان کو دست گاہ حاصل تھی۔^(۱)

شہباز محمد بھاگل پوری سے تکمیل علوم کے بعد کہاں کہاں خدمات انجام دیں اور زندگی کے پیشتر ایام کہاں گزارے؟ آپ کے دیگر اساتذہ و تلامذہ اور اولاد و احفاد وغیرہ سے متعلق تفصیلات نہیں ملتیں، البتہ سیرت و سوانح کی کتابوں میں آپ کے علم و فضل، شہرت و مقبولیت اور شجاعت و بہادری کے مختصر تذکرے پڑھنے کو ضرور ملتے ہیں۔

نزہۃ النواطر جلد پنجم، ص: ۱۵۲ میں آپ کا ذکر جمیل موجود ہے۔ مصنف نزہۃ النواطر نے آپ کو عالم و فاضل، فقیہ اور یکے از علمائے فحول میں شمار کیا ہے اور آپ کے علم و فضل، شہرت و مقبولیت اور قرار واقعی حیثیت کا اعتراف کرتے ہوئے دینی علوم اور عصری فنون میں آپ کے مقام امتیاز کو اجاگر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”الشیخ العالم الفقیہ رضی الدین الحنفی البھاگل پوری احد العلماء الفحول، اشتغل وتمیز بالعلوم حتی اشتہر ذکرہ وظهر فضله بین العلماء فاستخدمہ عالم گیر (اورنگ زیب) فی تالیف ”الفتاویٰ الہندیہ“ ووظف له ثلاث رو بیات یومیہ.“^(۲)

شجاعت و بہادری اور جنگی مہارت:

اللہ تعالیٰ نے شیخ رضی الدین بھاگل پوری کو بہت سارے اوصاف و کمالات سے نوازا تھا۔ دینی تفقہ، علمی تبحر، ذہانت و ذکاوت اور فہم و فراست کے علاوہ شجاعت و بسالت، ہمت و

(۱)...ماثر عالمگیری، ص: ۶۲، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد

(۲)...نزہۃ النواطر، جلد ۵، ص ۱۵۲/۵، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد

جرات، جنگی مہارت اور حرب و قتال میں آپ کو ایک امتیازی مقام حاصل تھا۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کی شجاعت و بہادری کا تذکرہ لکھا ہے۔ شیخ موصوف نے ملک کی مختلف لڑائیوں میں حصہ لیا اور اپنی ہمت و جرات، شجاعت و بہادری اور شیردلی و جواں مردی کے جوہر دکھلائے اور کفار و مشرکین کو شکست و ہزیمت سے دوچار کیا۔

نزہۃ الخواطر میں ہے:

”كانت له مهارة في فنون شتى من الحرب والسياسة والمحاضرة ودخل العساكر السلطانية باودي پور فقاتل الكفار قتال شديدا.“^(۱) یعنی شیخ رضی الدین کو دینی علوم میں تجر و تفوق کے ساتھ بہت سارے عصری فنون، مثلاً حرب و ضرب اور سیاست و تمدن میں مہارت و بصیرت حاصل تھی۔ افواج سلطانی میں داخل ہوئے اور اودے پور کے مقام پر کفار و مشرکین سے قتال کیا اور بے جگری کے ساتھ لڑے۔ ”ماثر عالمگیری، ص: ۶۷، ترجمہ از: ”محمد فدا علی طالب“ میں شیخ رضی الدین بھاگل پوری کے متعلق لکھا ہے:

”کوکلا جاٹ جو کہ مفسدوں کا سرگروہ اور بے حد سنگ دل قزاق تھا، جس کے ناپاک وجود کی وجہ سے عبدالنبی نے شہادت پائی تھی اور نیز جس کافر نے سعد آباد کو تباہ و برباد کیا تھا، حسن علی خاں کی کوشش سے گرفتار ہوا، اس بد بخت کو گرفتار کرنے میں رضی الدین بھاگل پوری نے بھی بے انتہا کوشش کی تھی۔“^(۲)

مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ شیخ رضی الدین بڑے شجاع و بہادر، جری، حوصلہ مند اور فنون حرب میں مہارت رکھنے والے ایک عظیم اسلامی سپاہی تھے۔ وہ اپنی خدا دلیاقت و ذہانت اور ناخن تدبیر سے دشمنوں کی جنگی چالوں کو ناکام بنانے کا ہنر خوب جانتے تھے۔

سیاسی امور میں مہارت:

علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری علیہ الرحمۃ بزم اور رزم دونوں میدان کے فاتح اور مجاہد تھے، جہاد و قتل اور حرب و ضرب کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بہرہ مند تھے۔ شجاعت و بسالت،

(۱)... نزہۃ الخواطر، جلد: ۵، ص: ۱۵۲، حیدر آباد، دکن۔

(۲)... ماہنامہ سہیل، گیا، ۱۹۶۸ء، ص: ۷۰، بھاگل پور کا ادبی ماحول نمبر۔

ہمت و جرأت، جواں مردی و بے باکی کے ساتھ سیاسی امور میں مہارت اور اعلیٰ جنگی قیادت کے مالک تھے۔ سیاست کی پیچیدہ گرہوں کی عقدہ کشائی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ حالات حاضرہ پر گہری نظر تھی اور اعدائے دین کی ریشہ دوانیوں سے ہمہ دم واقفیت رکھتے تھے اور وقتِ ضرورت ان کی گوش مالی کے لیے شاہی افواج کے ساتھ مل کر جہاد و قتال میں مصروف رہتے تھے۔ فہم و فراست، تدبیر اور سیاسی امور و معاملات میں مہارت آپ کی زندگی کے نمایاں اوصاف ہیں۔ انھیں اوصاف و کمالات کی بدولت سلطان اور نگ زیب عالم گیر جیسے عظیم مدبر اور اولوالعزم حکمران نے آپ کو ”یک صدی منصب“ سے سرفراز کیا اور اپنے خاص مشیروں میں شامل کیا۔ محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:

”مولانا رضی الدین بھاگل پوری، عالم دین ہونے کے ساتھ فنونِ حرب میں بھی مہارت رکھتے تھے اور سیاست کی پیچیدہ گرہ کی عقدہ کشائی میں ان کو خاص درک حاصل تھا۔ ان اوصاف کی وجہ سے بادشاہ (اورنگ زیب عالم گیر) نے ان کو ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء میں ”یک صدی منصب“ سے نوازا اور اپنے خاص مشیروں میں شامل کیا۔“^(۱)

ڈاکٹر علاء الدین خان لکھتے ہیں:

”مولانا شیخ رضی الدین بھاگل پوری قواعدِ حرب اور سیاسیاتِ ملکی میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔“^(۲)

منصب یک صدی اور خان کا خطاب:

فتاویٰ عالمگیری کے مولفین میں حضرت علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری کو جو بہت سارے امتیازات حاصل تھے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ بادشاہ اورنگ زیب کے مقررین، مصاحبین اور خاص مشیروں میں شامل تھے۔ بادشاہ کو آپ کے علم و فضل، فنونِ حرب اور سیاسی امور میں مہارت پر بڑا اعتماد تھا۔ مغل سلطنت کی بقا و استحکام کے لیے آپ کی بے لوث خدمات کو دیکھتے ہوئے بادشاہ اورنگ زیب نے آپ کو ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء میں سلطنت کا

(۱)... فقہائے ہند، جلد: ۴، ص: ۱۲۹، اربیب پبلیکیشنز، دہلی۔

(۲)... عہد اورنگ زیب میں علماء کی خدمات، ص: ۲۴۰، البلاغ پبلی کیشنز، دہلی۔

ایک اہم عہدہ ”منصب یک صدی“ تفویض کیا اور آپ کی ہمہ گیر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء میں ”خان“ کے لقب سے سرفراز کیا۔

نزہۃ الخواطر کی یہ عبارت ملاحظہ کریں:

”فاعطاه عالم گیر لنفسه منصبا (یک صدی) سنة تسع وسبعین والفاء ولقبه ”بالخان“ سنة تسعین والفاء۔“^(۱)

تذکرہ فقہائے ہند، جلد: ۴، ص: ۱۲۹ میں ایسا ہی لکھا ہے۔

ڈاکٹر علاء الدین خان لکھتے ہیں:

”شیخ رضی الدین بھاگل پوری، بہار کے شرفا میں سے تھے۔ یہ عالم اور فقیہ تھے اور اپنے دور کے اکابر و فحول علما میں سے تھے۔ ترویج علوم میں مشغول رہتے اور علوم و فنون میں اس درجہ ممتاز تھے کہ ان کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی اور حلقہ علما میں ان کی فضیلت کا علم بلند ہو گیا۔ اورنگ زیب عالم گیر نے انہیں ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تالیف میں شامل کیا۔ آپ کو اکثر علوم و فنون میں بھی دسترس تھی۔ جیسے سپہ گری، علم داری، ندیمی وغیرہ۔ محتسب قاضی محمد حسن جون پوری اور مرآۃ العالم کے مصنف بختاور خان نے اورنگ زیب کو شیخ رضی الدین کے کمالات و ہمہ گیر قابلیت سے آگاہ کیا اور بادشاہ اورنگ زیب نے ۱۶۷۰ھ میں ان کو ”یک صدی“ منصب دار مقرر کیا اور رفتہ رفتہ حسن علی خان کی اعانت و امداد اور اپنی سلیقہ شعاری و ہنرمندی سے رتبہ امارت خانی پر فائز ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ جب تک زندہ رہے اپنے کام میں ممتاز رہے۔ قواعد حرب اور سیاسیات ملکی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔“^(۲)

خطہ برآر، دکن کے حاکم و والی:

شیخ رضی الدین بھاگل پوری، اپنے وطن بھاگل پور سے حیدرآباد، دکن کب تشریف لے گئے؟ اس کی صراحت نہیں ملتی۔ آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا شہباز محمد بھاگل پوری کی حیات و خدمات سے متعلق لکھی گئی کتاب (سلطان العارفین) میں بس اس قدر لکھا ہے کہ:

(۱) ... نزہۃ الخواطر، جلد: ۵، ص: ۱۵۲، دکن۔

(۲) ... عہد اورنگ زیب میں علما کی خدمات، ص: ۲۴۰۔

”حضرت مولانا نظام الدین حیدر (برادر زادہ شیخ یسین سامانی و تلمیذ شہباز محمد بھاگل پوری) اور حضرت مولانا رضی الدین بھاگل پوری دونوں اورنگ زیب عالمگیر کے حکم و ایما پر حیدرآباد دکن تشریف لے گئے، مولانا نظام الدین حیدر کچھ دنوں تک شہزادے کے اتالیق رہے، پھر مجلس فقہائے دکن کے صدر الصدور ہوئے اور مولانا رضی الدین بھاگل پوری فتاویٰ عالمگیری کی تدوین اور محتسبی کی خدمت میں سرفہرست رکھے گئے۔“^(۱)

شیخ رضی الدین کی ہمہ جہت اور قابلِ رشک دینی، علمی، ملکی اور سیاسی خدمات نے انہیں دکن کا مشہور خطہ ”برار“ کا حاکم و والی بنادیا۔ آپ ایک عرصے تک امیر حسن علی خان کے نائب کی حیثیت سے برار کے امیر و والی رہے اور سلطنتِ مغلیہ کے عروج و استحکام کے لیے اپنی خدمات پیش کرتے رہے اور برار ہی میں ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار پاک اور آخری آرام گاہ نزد نعل پاک، گنج شہیداں، مہرولی، دہلی میں ہے۔

”فولاء علی اقطار برار نیابة عن الامیر حسن علی خان، فتاب عنه برهة من الزمان و توفی سنة ست و تسعين و الف بارض برار۔“^(۲)

شیخ رضی الدین بھاگل پوری سے متعلق ذیل کے یہ دو اقتباس ملاحظہ کریں:

”مولانا رضی الدین بھاگل پوری، حنفی المسلك تھے اور گیارہویں صدی ہجری کے جلیل القدر علمائے ہند میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ عالم و فقیہ اور شیخ و مفتی تھے، علومِ مرّوجہ میں درجہ ممتاز پر فائز تھے، علمائے عصر میں مشہور اور فاضل بزرگ تھے، ان کے زمانے میں فتاویٰ ہندیہ جو فتاویٰ عالمگیری کے نام سے معروف ہے، اورنگ زیب عالمگیر کی سعی و کوشش سے زیرِ ترتیب تھا اور مشاہیر علمائے ہند کی ایک بڑی جماعت اس خدمتِ فقہی پر مامور تھی، اورنگ زیب کے کانوں میں مولانا رضی الدین بھاگل پوری کی شہرت علمی پہنچی تو اس نے ان کو بھی اس خدمت پر متعین کر دیا۔ قاضی محمد حسین محتسب اور مشہور مورخ بختاورد خان کی سفارش اور تعارف سے ان کو فتاویٰ عالمگیری کے مدوّنین کی جماعت میں رکھا گیا.....

(۱)... سلطان العارفين، ص: ۳۹، مطبوعہ: بھاگل پور۔

(۲)... نزہۃ الخواطر، جلد: ۵، ص: ۱۵۲، حیدرآباد۔

انھوں نے کفارِ ہند کے خلاف جنگیں لڑیں اور اپنی شجاعت و بسالت اور مجاہدانہ تنگ و تاز کا ثبوت دیا۔ بعد ازاں بادشاہ کی طرف سے انھیں اقطاع برآر کا والی مقرر کیا گیا۔ ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء میں سرزمین برآر میں وفات پائی۔^(۱)

جناب اسلام احمد شاہی بھاگل پوری لکھتے ہیں:

”مولانا رضی الدین بھاگل پوری ایک جید اور متبحر عالم دین اور محدثِ وقت تھے۔ ان کا شمار اورنگ زیب عالم گیر کے زمانے میں صفِ اول کے اصحابِ علم و فضل میں ہوتا تھا۔ وہ بلند پایہ صوفی اور مردِ عارف اور ”فتاویٰ عالمگیری“ کے مرتب تھے۔ انھیں محض صوفی ہی نہیں بلکہ تاریخی دنیا میں ایک عظیم قاضی کی حیثیت سے بھی جانا جاتا ہے۔ وہ نہ صرف باصلاحیت عالم، نکتہ داں اور دانش ور تھے بلکہ ایک مدبر اور بزرگِ کامل بھی تھے۔ وہ پختہ ذہن اور موزوں طبیعت رکھتے تھے اور اپنی علمی صلاحیت کی بنا پر ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین کے وقت مرتبینِ فتاویٰ کی جماعت میں محتسب کے عہدہ سے سرفراز ہوئے۔ مولانا موصوف کا علمی ذوق اس قدر بلند تھا کہ بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر نے اپنے دربار میں انھیں قاضی کے منصب پر فائز کیا۔ ان کی طبیعت میں انتہائی سادگی اور متانت تھی... بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر نے جب اپنے عہد میں ”فتاویٰ عالمگیری“ مرتب کرنا چاہا تو ان کی نظر ہندوستان کے ہر گوشے کے علما و صوفیہ پر پڑی اور انھوں نے اس کام کے لیے گیارہ اشخاص کا انتخاب کیا، جن میں مولانا رضی الدین بھاگل پوری بھی ایک تھے۔ اس لیے فتاویٰ عالمگیری جب تک دنیا میں موجود رہے گی، مولانا رضی الدین کا نام زندہ رہے گا اور جب جب لوگ اس کتاب کا مطالعہ کریں گے مولانا رضی الدین بھاگل پوری کی یاد کی خوشبو ان کے دل و دماغ کو معطر کرتی رہے گی۔“^(۲)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے شیخِ رضی الدین بھاگل پوری کو جزائے خیر سے نوازے۔ ان کی قبر پر تاصیح قیامت اپنے انوار و تجلیات اور رحمت و غفران کی بارش نازل فرمائے اور ان کے فیوض و برکات سے ہم سب کو مالا مال کرے۔ آمین

(۱)... فقہائے ہند، جلد چہارم، ص: ۱۲۹-۱۳۰۔ ناشر: اریب پبلشر، دہلی۔

(۲)... ماہ نامہ زبانِ وادب، پٹنہ، جون ۲۰۱۵ء، ص: ۳۳۔

علامہ شیخ غلام محمد بھاگل پوری

فتاویٰ عالمگیری کے مایہ ناز مصنفین و مؤلفین میں ایک اہم مگر گمنام شخصیت علامہ شیخ غلام محمد بھاگل پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہے۔ اس گراں قدر فقہی کتاب کی جمع و ترتیب اور تدوین و تالیف میں آپ بھی شامل تھے۔ مؤلفین فتاویٰ عالمگیری سے متعلق کتب و رسائل میں بالعموم آپ کا تذکرہ نہیں ملتا، لیکن ان کتابوں میں آپ کا ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و تالیف میں آپ شریک نہیں تھے۔ کیوں کہ بہت سارے علما و فقہا ایسے گزرے ہیں جن کے اسمائے گرامی مؤلفین فتاویٰ عالمگیری کے ضمن میں نہیں ملتے۔ حالانکہ تواتر کے ساتھ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ وہ فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین میں تھے۔ علامہ شیخ غلام محمد بھاگل پوری بھی انہیں علما میں ہیں۔

”تذکرہ علمائے بہار“ پہلی کتاب ہے جس میں فتاویٰ عالمگیری کے مؤلف کی حیثیت سے آپ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ شیخ غلام محمد بڑے جاہ و جلال کے عالم تھے، جملہ علوم و فنون میں مہارت حاصل تھی۔ علم فقہ میں کمال حاصل تھا، آپ کی علمی عظمت، فضل و کمال، فصاحت و بلاغت اور ایمان داری کے چرچے عام تھے۔

تذکرہ علمائے بہار میں بہت ہی مختصر انداز میں آپ کے احوال بیان کیے گئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

”آپ کے والد گرامی کا نام شیخ ابوسعید اور جد امجد کا نام شیخ عبدالعلی ہے۔ آپ نے اپنے عم محترم مولانا عبدالحمید سے تعلیم و تربیت حاصل کی جو مولانا باز علی کے والد تھے۔ یہاں سے تعلیم حاصل کر کے جون پور کا سفر کیا اور ملا عبدالباقی جون پوری کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ ان کی تعلیم و تربیت سے پورا فیض حاصل کیا اور وہیں سے تعلیم مکمل کی۔ وہاں سے فارغ

ہو کر آپ دار الخلافت دہلی پہنچے، جہاں صدارت پناہ دانش مند خاں سے ملاقات ہوئی اور وہ آپ کے علم و فضل سے اتنا متاثر ہوئے کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی خدمت میں انھیں پیش کیا اور آپ کی فصاحت و بلاغت کا ذکر کیا۔ سلطان اورنگ زیب نے ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین میں تین روپیہ روز اور دو سو روپیہ سالانہ انعام مقرر کیا۔

فتاویٰ عالمگیری کی تکمیل کے بعد پانچ روپیہ روزینہ پر ملتان گئے اور پانچ سال وہاں رہ کر پھر پانچ سال لاہور کے قاضی رہے۔ لاہور سے دکن اور بیجاپور تک آپ کی علمیت، صلاحیت اور ایمان داری کی شہرت پھیلی۔ وفات کا سال معلوم نہیں۔^(۱)

(۱) ... تذکرہ علمائے بہار، جلد: ۲، ص: ۱۹۶، مطبوعہ: پٹنہ بہار۔

حضرت قاضی محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر ہندوپاک کی وہ عظیم ہستیاں جن کے تابندہ نقوش کی وجہ سے گیارہویں صدی ہجری کا شجر اسلام سرسبز نظر آتا ہے، ان میں ایک نام حضرت علامہ قاضی ملا محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ اپنے وقت کے مایہ ناز عالم دین، بلند پایہ محقق، صاحب طرز مصنف، دیدہ ور منطقی و فقیہ اور گیارہویں صدی ہجری کے عظیم مجدد ہیں۔ آپ کا نام محب اللہ، والد گرامی کا نام عبدالشکور، سرزمین ہند کے مشرقی صوبہ بہار کی جانب نسبت کرتے ہوئے آپ کو ”بہاری“ کہا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ صاحب نزہۃ الخواطر نے آپ کے نام کے ساتھ ”عثمانی و صدیقی“ کا اضافہ کیا ہے، جب کہ متاخرین و متقدمین میں سے کسی نے اس کی پیروی نہیں کی ہے۔

ولادت باسعادت:

آپ کے سن ولادت کا تذکرہ کسی مورخ نے نہیں کیا ہے، البتہ توارخ کی کتابوں میں اتنا ضرور ملتا ہے کہ آپ نے صوبہ بہار کے ”کڑا“ نامی گاؤں پر گنہ ”محب علی پور“ کے ایک معزز اور شریف خاندان ”ملک“ میں آنکھیں کھولی۔ یہ خاندان اس دور میں علم و آگہی اور تہذیب و ثقافت کے اعلیٰ معیار پر فائز تھا اور شاہی دربار میں بھی اسے نمایاں شان و شوکت اور عزت و عظمت حاصل تھی۔^(۱)

تحصیل علوم:

چونکہ آپ کی ولادت علمی ماحول میں ہوئی تھی اس لیے غنفوان شباب میں ہی دیار پورب کی سیر و سیاحت فرمائی، حصول علم کی خاطر متعدد علمی مراکز کا سفر کیا اور اس وقت کے جید علمائے کرام کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے حضرت علامہ شیخ قطب الدین بن عبدالحلیم وغیرہ سے

(۱) ...حدائق الحنفیہ، ص: ۴۵، ناشر: المزان، ۲۰۰۵ء۔

ابتدائی وسطی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد شمس آباد قنوج پہنچے جہاں حضرت علامہ سید قطب الدین حسینی شمس آبادی کے خوشہ چینوں میں شامل ہو کر جملہ علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی، مزید علمی تشنگی بجھانے کے لیے حضرت ملا ابوالواعظ بن صدر الدین (جو کہ فتاویٰ عالمگیری کے مولفین میں سے ایک ہیں) کے درس میں شامل ہونا چاہتے تھے، مگر وقت کی قلت کی وجہ سے آپ کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی، مگر بھلا اس علم کے تشنہ لب کو کہاں چین ملتا بالآخر سہالی کی جانب رخت سفر باندھا اور ملا قطب الدین شہید کے شاگردوں میں شامل ہو کر علم و فضل کے گوہر لوٹنے لگے اور اپنے وقت کے فائق الاقران ثابت ہوئے۔^(۱)

حضرت علامہ موصوف کو جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں درک کمال حاصل تھا۔ آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ جہاں فن منطق کے رازی و غزالی ہیں وہیں فلسفہ و کلام کے ابوعلی سینا ہیں۔ لیکن وہ فن جسے نہ صرف آپ نے پڑھا بلکہ اس کی تہ تک رسائی حاصل کی اور اس کے نکات و دقائق کی اس طرح چھان بین کی کہ اس علم کا کوئی حصہ پردہ خفا میں نہ رہ سکا، وہ فقہ و اصول فقہ ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف خود مصنف نے تحدیث نعمت کے طور پر مسلم الثبوت کے دیباچہ میں کیا ہے۔

”و کنت صرفت بعض عمری الی تحصیل مطالبہ و وکلت نظری الی تحقیق مار بہ فلم یحتجب عنی حقیقة ولم یخف علی دقیقة۔“
ترجمہ: میں نے اپنی زندگی کا بعض حصہ اس کے مطالب و مفاہم کی تحصیل میں صرف کر دیا اور اس کے مقاصد کی تحقیق میں اپنی پوری توجہ لگا دی یہاں تک کہ کوئی حقیقت ہم سے پوشیدہ نہ رہ سکی اور نہ ہی اس کی کوئی باریکی ہم پر چھپی رہی۔^(۲)

اور بھلا اس شخص پر اس فن کی حقیقت کیسے مخفی رہ سکتی ہے جس نے اس فن کے جملہ اصول و فروع کو دیکھا ہو، اس کے دقائق و لطائف کو چھانا ہو اور جسے اس کی عمیق گہرائی تک رسائی حاصل ہو۔ مولانا آزاد بلگرامی نے اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

(۱) ... ایضاً/ سبحة المرجان، از: مولانا سید غلام آزاد بلگرامی، ص: ۱۹۸، ناشر: - معہد الدراسات الاسلامیہ جامعہ علی گڑھ الہند۔

(۲) ... مسلم الثبوت: ص: ۵، ناشر: المکتبۃ الحقانیہ، پشاور پاکستان

”و القاضی ہو بحر من العلوم و بدر من النجوم.“^(۱)

یعنی (حضرت علامہ) قاضی علم کے سمندر اور (معاصرین کے مابین ایسے ممتاز تھے جیسے) بدر کامل ستاروں کے مابین ہوتا ہے۔

دربار شاہی میں پذیرائی:

حضرت علامہ موصوف کو اپنی جلالت علمی اور معرکۃ الآراء تصانیف کی وجہ سے جہاں معاصرین علمائے کرام میں درجہ کمال حاصل تھا وہیں شاہی دربار میں بھی ایک امتیازی پذیرائی اور قدرو منزلت حاصل تھی۔ چنانچہ جب ملا موصوف نے تحصیل علوم سے فراغت کے بعد دکن کی جانب رخت سفر باندھ کر دربار عالم گیری میں شرف باریابی حاصل کی تو سلطان عالم گیر علی گھنہ نے آپ کو لکھنؤ کے منصب قضاء پر فائز فرمایا مگر چند دنوں بعد ہی اس سے معزول ہو گئے، پھر دوبارہ دکن کا رخ کیا اور حیدرآباد کے عہدہ قضاء پر فائز ہوئے لیکن کسی خاص سبب سے معتبوب ہو کر یہاں سے بھی معزول ہو گئے، یہ خبر جب اراکین دولت کے کانوں میں پہنچی تو انہیں علامہ موصوف کی دیرینہ محبت نے بیتاب کر دیا، چنانچہ انہوں نے سلطان عالم گیر کو علامہ موصوف کی علمی جلالت اور شان شوکت یاد دل کر شفا رش کی جس کی وجہ سے سلطان عالم گیر نے عفو درگزر فرما کر اپنے پوتے رفیع القدر بن شاہ عالم محمد معظم کی تعلیمی ذمہ داری ان کے سپرد کر دی، پھر جب عالم گیر نے اپنے شہزادے محمد معظم ملقب بشاہ عالم کو کابل کی گورنری کا عہدہ سونپا تو تعلیمی سلسلہ بند ہو جانے کے خوف سے علامہ موصوف بھی شہزادہ ابن معظم کے ساتھ کابل پہنچے، لیکن ۱۱۱۸ھ میں سلطان عالم گیر کے وفات کی جاں گداز خبر نے شاہ عالم کو ہندوستان واپس آنے پر مجبور کر دیا، چنانچہ جب شاہ عالم سلطنت مغلیہ کے فرمانروائے اعظم اور شہنشاہ مطلق ہو کر ہندوستان واپس ہوئے تو سلطان شاہ عالم نے اپنے فرزند ارجمند کے استاذ ذمہ کی خوب قدرو منزلت اور آہ و بھگت کی اور ”صدا رت مجموعہ ممالک ہندوستان“ جیسے عظیم منصب پر فائز فرمایا جو اس وقت ہندوستان میں ”شیخ الاسلامی“ کے عہدہ کے مرادف تھا اور مزید اعزاز و اکرام سے نوازاتے

(۱) ... سبۃ المرجان، ص: ۱۹۸ ناشر: ایضا

ہوئے ”فاضل خاں“ کے لقب سے ملقب فرمایا۔^(۱)
فوائح الرحموت میں ہے:

”ولی قضاء لکھنؤ، ثم قضاء حیدرآباد، ثم صدارة ممالك الهند،
ولقب بفاضل خان.“^(۲)
ترجمہ: آپ کو لکھنؤ کا قاضی بنایا گیا، پھر حیدر آباد دکن کے، پھر صدارت ممالک ہند کے
منصب پر فائز ہوئے اور ”فاضل خاں“ کا لقب ملا۔

علمی کارنامے:

علامہ قاضی نے عہدہ قضا کی اہم ذمہ داریوں کے باوجود میدان تصنیف و تالیف میں بھی
قدم رکھ کر ایسی ایسی معرکۃ الآرا تحریریں سپرد قسط کیں جو آج تک اپنے اپنے موضوع پر اپنی
مثال آپ ہیں اور درحقیقت آپ کی زندگی کا وہ گرانمایہ سرمایہ جس کی وجہ سے آج تک ہندو بیرون
ہند کے علمی آماجگاہوں میں آپ کی جلالت علمی کا طوطی بولتا ہے، وہ آپ کی معرکۃ الآراء تصانیف
ہیں۔ کثیر تلاش و جستجو کے بعد جن کتابوں کی فہرست سامنے آئی ہے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) - **سلم العلوم**: یہ کتاب فن منطق میں ہے، درس نظامی میں داخل نصاب اس کتاب
کی اہمیت و افادیت کا منطقی دنیا میں اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ چودہ سے زائد اس کے
حواشی و شروحات لکھی جا چکی ہیں اور بعض شرحیں خود محتاج شرح ہونے کی وجہ سے داخل
نصاب بھی ہیں، چند کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) شرح سلم معروف بہ قاضی مبارک، از قاضی مبارک بن محمد دائم گوپاموی (م: ۱۱۶۳ھ)

(۲) شرح سلم معروف بہ حمد اللہ، از حمد اللہ بن حکیم شکر اللہ سندیلوی (م: ۱۱۶۰ھ)

(۳) ملا حسن: از ملا حسن قاضی غلام مصطفیٰ فرنگی محلی (م: ۱۱۹۹ھ)

(۴) شرح سلم: از محمد مبین بن ملا محب اللہ بن احمد عبدالحق۔

(۱) ... حدائق الحنفیہ/ عربی زبان و ادب عہد مغلیہ میں، از: ڈاکٹر شبیر احمد، ص: ۲۶۲، ناشر: دانش محل لکھنؤ
(۱) ... فوائح الرحموت، ج: ۱، ص: للعلامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین، ناشر: تحت لدار احیاء التراث
العربی، بیروت، لبنان۔

- (۵) بحر العلوم: از مولانا عبدالحی بن نظام الدین قطب الشہید۔
 - (۶) اصعاد المفہوم: از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ لکھنوی۔
 - (۷) ضیاء النجوم: از علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی۔
 - (۸) کشف الاسرار: از ملا کنندیا مرحوم۔
 - (۹) شرح سلم: از ملا احمد عبدالحق بن قطب الدین فرنگی محلی۔
 - (۱۰) شرح سلم: از قاضی احمد علی بن سید فتح محمد سندیلوی۔
 - (۱۱) شرح سلم: از (ابتداء تا لا یحد ولا یتصور) از مفتی شریف الدین رامپوری
 - (۱۲) شرح سلم: از علامہ محمد بن علی الصبان (م: ۱۲۰۶ھ)
 - (۱۳) شرح سلم: از محمد وارث رسول بنارسی
 - (۱۴) انوار العلوم (اردو): از انوار الحق کا کاخیلی پشاور۔
 - (۲) - مسلم الثبوت: یہ کتاب فن اصول فقہ میں ہے اور یہ اس کا تاریخی نام ہے جو ”مسلم الثبوت“ کے عدد سے ”۱۱۰۹ھ“ برآمد ہوتا ہے۔ اس کتاب کی جامعیت و معنویت کا صحیح اندازہ مصنف کی خود نوشت عبارت سے لگائیے:
- ”ثم لا مر ما اردت ان احرف فيه سفر او افيا و کتابا کافیا یجمع الی الفروع اصولا والی المشروع معقولا و یحتوی علی طریق الحنفیہ والشافعیہ ولا یمیل میلا ما عن الواقعیہ فجأ بفضل الله تعالی و توفیقہ کما تری معدن ام بحر بل سحر لا یدری۔“^(۱)
- ”یعنی ایک وجہ وجیہ کے سبب میں نے ارادہ کیا کہ اس علم اصول فقہ میں ایک کامل دفتر اور ایک ایسی کافی کتاب لکھوں جو فروع کی اصول کے اعتبار سے اور مشروع کی معقول کے اعتبار سے جامع ہو (یعنی اصول عقلیہ و نقلیہ کی جامع اور فروع فقہیہ پر مشتمل ہو) اور وہ کتاب طریقہ حنفیہ و شافعیہ دونوں پر مشتمل اور نفس الامر و واقعیت سے کچھ بھی ہٹی نہ ہو (مخرف نہ ہو) تو وہ

(۱) ... مسلم الثبوت، ص: ۵، ناشر: ایضا

کتاب اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے آگئی جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ وہ معدن ہے بلکہ وہ علم کا سمندر ہے، نہیں بلکہ وہ جادو ہے جس کی تہ تک نہیں پہنچا جاسکتا۔

یقیناً علامہ موصوف نے اس کتاب میں بساطت فکر و نظر، علمی گہرائی اور باریک نکتوں کے ایسے انمول موتی بکھیرے ہیں کہ وقت کے علامہ کو بھی اس کے حل میں بڑی صعوبتوں اور مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یوں تو یہ کتاب فن اصول فقہ میں ہے لیکن اگر وقت نظر اور باریک بینی سے دیکھا جائے تو ابتدا تا انتہا منطق و فلسفہ، عقائد و کلام، رد و مناظرہ، لغات و خلائیات اور فقہ اور اصول فقہ بلکہ حساب و ریاضی وغیرہ علوم و فنون کی جلوہ سامانیاں دکھائی دیتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کتاب نے اسلامی دنیا میں شہرت و مقبولیت کا جو شرف حاصل کیا ہے وہ شاید ہی کسی ہندوستانی عالم کی کتاب کو نصیب ہوا ہوگا۔ ہندوستان کے مشہور نقاد مولوی شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں کہ ”قاضی محب اللہ بہاری کی سلم و مسلم نے درس نظامیہ کے نصف نصاب کو اپنے پنجے میں تقریباً دو سو سال تک دبائے رکھا، ان کی مسلم الثبوت اصول فقہ میں اہم کتاب سمجھی جاتی ہے۔“

ڈاکٹر شبیر احمد رقم طراز ہیں: ”یقیناً اگر یہ کتاب ابن خلدون تک پہنچتی تو عبارت کی دلکشی اور سلاست، مسائل کی لطافت اور وضاحت میں جس طرح اس نے نصیر الدین طوسی، امام رازی اور بعد میں سعد الدین قفٹازانی کی تعریف کی ہے، محب اللہ بہاری کو بھی داد و تحسین دیے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔“^(۱)

سلم کی طرح مسلم کی بھی متعدد تعلیقات، حواشی اور شروحات لکھی گئی ہیں، ان میں سے چند کے اسماذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

- (۱) التعلیق المنعوت علی مسلم الثبوت: از مولانا برکت اللہ محمد بن احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۲) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: از بحر العلوم علامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین (م: ۱۲۲۵ھ) (۳) کشف المبہم مما فی المسلم: از: مولانا محمد بشیر الدین بن محمد کریم الدین عثمانی قنوجی (۴) مفاتح البیوت فی مسلم

(۱) ... عربی زبان و ادب عہد مغلیہ میں، اول۔ ص: ۲۶۰-۲۶۵

الثبوت: از مولانا فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن سہارنپوری (۵) شرح مسلم الثبوت: از ملا محمد مبین بن ملا محب اللہ لکھنوی (۶) شرح مسلم الثبوت: از مولانا عبدالحق بن فضل حق خیر آبادی (۷) شرح مسلم الثبوت (الی مبادی الاحکام): از مولانا سید محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ (۸) نفائس الملکوت شرح مسلم الثبوت: از مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملا محب اللہ فرنگی محلی (۹) شرح مسلم الثبوت: از سید نظام الدین بن قطب الدین سہالوی (۱۰) حاشیہ منہیہ: یہ مصنف کا خود نوشت حاشیہ ہے (۱۱) اشرف النعوت (اردو): از مفتی معین الدین اشرفی مصباحی بھاگلپوری (۱۲) الجوہر المنظم (اردو): از مفتی شبیر حسن رضوی -

(۳) - الجوہر الفرد: یہ رسالہ فن فلسفہ میں ہے، اس میں مصنف علام نے ”جزء الذی لا یتجزی“ کی نہایت تحقیقی و توضیحی بحث فرمائی ہے۔

(۴) - رسالۃ فی ان مذهب الحنفیۃ ابعث من الراۃ من مذهب الشافعیۃ: یہ بھی ایک رسالہ ہے جس میں ملا موصوف نے یہ ثابت کیا ہے کہ مذہب حنفیہ شافعیہ کے نسبت قیاس و رای سے بہت دور ہے۔

(۵) - عامۃ الورود: یہ رسالہ مغالطات کے بیان میں ہے۔

(۶) - حاشیہ منہیہ: یہ مصنف کا خود نوشت حاشیہ ہے۔

(۷) - الافادات: اس کتاب کا تذکرہ مصنف نے مسلم الثبوت میں کیا ہے، چنانچہ ایک جگہ رقم طراز ہیں: ”قد فرغنا عنها فی المسلم والافادات“^(۱)

(۸) - الفطرۃ الالہیہ: اس رسالہ میں اصول غامضہ کا بیان ہے، ان ہی مسائل میں سے ایک مسئلہ اختیار کا بھی ہے، اس کا تذکرہ بھی مسلم میں موجود ہے، اس کے متعلق علامہ موصوف فرماتے ہیں: ”وشرح ذالک فی الفطرۃ الالہیہ وانہا لاجدی من تفاریق العصا۔“^(۲)

(۱) ... مسلم، ص: ۱۰، ناشر: ایضاً۔ (۲) ... مسلم، ص: ۱۹، تفصیل سابق

مجددیت اور ان کے تجدیدی کارنامے:

علامہ قاضی نے اپنی پوری زندگی تعلیم و تدریس، پند و نصائح اور تقریر و تحریر کے ذریعہ احقاقِ حق و ابطالِ باطل میں گزاری، خواہ وہ عہدِ نہ قضا جیسا عظیم منصب ہو یا میدانِ تصنیف و تالیف ہر جگہ آپ عدل و انصاف اور صدق و وفا کے پیکر بنے رہے، منکرات سے لوگوں کو روکا، اچھائیوں کی طرف رہنمائی کی، بدعات و خرافات کا دفع کیا اور تاحیاتِ اعلائے کلمۃ اللہ کے خواہاں رہے اور اس راہ میں نہ کبھی لومۃ لائم کی پروا کی اور نہ کبھی شہرت و مدح کی طرف رغبت کی اور نہ ہی کسی کے طعن و قدح کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی۔ علما نے جب آپ کی ان صفات کو دیکھا تو متفقہ طور پر آپ کو گیارہویں صدی کا مجدد تسلیم کیا۔ جیسا کہ اس کا تذکرہ ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری نے ”تیرہویں صدی کے مجدد اعظم“ میں اور علامہ یلین اختر مصباحی نے ”امام احمد رضا اور افکار و نظریات“ میں کیا ہے۔

سلم العلوم پر حاسدین کی کرم فرمائیاں:

جب علامہ موصوف نے ایک کتاب بنام ”سلم العلوم“ تحریر فرمایا جسے اپنی جامعیت، علمی نکات اور مفائیم و معانی کے اعتبار سے جو مقبولیت حاصل ہوئی، اسے ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا اور دوسری جانب خود ملا موصوف کو اپنی علمی جلالت اور عبقریت کی وجہ سے دربار سے بازار تک ایک امتیازی شان حاصل تھی، ان سب چیزوں نے ملا موصوف کو محسوس و اقران بنادیا، آپ کے معاصرین نے معاصرانہ چشمک کی انتہائیہ کی کہ فنِ منطق میں ملا موصوف کی کتاب ”سلم“ سے ملی جلی اور اسی کے طرز و اسلوب میں ڈھال کر ایک رسالہ لکھا اور اس کی نسبت مشہور معروف معقولی و کلامی مصنف فاضل مرزا جان کی طرف کردی، مقصود یہ تھا کہ کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ ملا محب اللہ نے ”سلم العلوم“ کی تالیف میں سرقہ بازی سے کام لیا ہے، مگر حاسدین کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا، کیونکہ اس اختراعی متن کو جس فاضل صاحب کی جانب منسوب کیا گیا تھا خود وہ اور ان کے معاصر ابوالحسن الکاشی کے تعلق سے ایک ایرانی عالم نے اپنی کتاب ”روضۃ الجنات“ میں لکھا ہے کہ ”کانا ینتحلان من کثیر الکتب الغیر المتداولۃ“، یعنی دونو غیر معروف کتابوں سے چرا لیا

کرتے تھے۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر یہ فاضل مرزا جان کی کتاب ہوتی تو جہاں ان کی بیسوں معمولی کتابیں علما کے مابین معروف و مشہور ہیں تو ایسا متن متین کیوں گمنامی کی اندھیری کوٹھری میں پڑا رہتا۔ نیز علامہ موصوف اور فاضل صاحب کی طرز تحریر اور اسلوب کے مابین آسمان و زمین کا فرق ہے، حضرت علامہ قاضی ایک خاص طرز اور جدید اسلوب کے موجد ہیں جو طرز و اسلوب فاضل صاحب سے جداگانہ اور مختلف ہے اور آپ نے اپنی تالیف لطیف ”سلم العلوم“ میں بھی وہی طرز اپنایا ہے۔ لہذا اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت علامہ کی کتاب ہرقہ سے پاک ہے۔^(۱)

بزرگانِ علاقہ چشتیہ سے اکتساب فیض:

حضرت علامہ قاضی حضور علاء الحق والدین گنج نبات لاہوری ثم پنڈوی کے لائق صد افتخار فرزند قطب بنگال حضور نور قطب عالم پنڈوی کے فیض یافتہ حضرت فرید الدین طویلہ بخش علانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سے تاحیات وابستہ رہ کر اکتساب فیض کرتے رہے اور بعد مرگ بھی ان ہی بزرگوں کے جوار اقدس میں مدفون ہوئے۔^(۲)

وفات:

سلطان عالم گیر کی وفات کے بعد جب شاہ عالم نے تخت و تاج کا مالک ہو کر علامہ قاضی کو ”صدارة ممالک ہندوستان“ کے عظیم منصب پر فائز کیا، اسی کے ایک سال بعد یعنی ۱۱۱۹ھ بمطابق ۱۷۰۷ء میں علم و عرفان کا یہ آفتاب عالم تاب غروب ہو گیا، مگر آج بھی ان کے علمی جاہ و جلال کا ڈنکا چہار جوانب عالم کی در سگاہوں میں بج رہا ہے۔ آپ کا مزار پاک چاند پورہ بہار شریف میں واقع حضرت فرید الدین طویلہ بخش چشتی کی خانقاہ سے ملحق درگاہ شریف کے جنوب، مغربی گوشے میں واقع ہے۔^(۳)

(۱)... اشرف النعوت: ج: ۱، ص: ۸/۱۹ از مفتی معین الدین اشرفی مصباحی، ناشر: غوث العالم پبلیکیشن لکھنؤ

(۲)... ماہنامہ جام نور دسمبر ۲۰۰۴ء

(۳)... صوفیہ نمبر ج: ۱، ص: ۱۱۱، ناشر: صوفی فاؤنڈیشن، دہلی۔

ملا ابوالحسن در بھنگوی

متھلانچل کی سر زمین نہ صرف بہار بلکہ پورے ہندوستان کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ علوم و فنون، ادب و شاعری، تہذیب و ثقافت اور عہدِ اسلامی میں اپنی ہمہ جہت خدمات کے لحاظ سے صوبہ بہار کا یہ شمالی خطہ بڑا تاب ناک رہا ہے۔ متھلانچل کے قابل ذکر اضلاع میں در بھنگہ، مدھوبئی، سمتی پور، مظفر پور، بیگوسرائے، سینٹامڑھی، بھاگل پور اور سہرسہ خصوصی اہمیت اور عظمت کے حامل ہیں۔

متھلانچل کے دیگر اضلاع کے ساتھ در بھنگہ، بہار اپنی علمی، دینی، تہذیبی اور ثقافتی جہت سے ایک منفرد اور ممتاز حیثیت کا مالک ہے۔ اس کا ماضی بھی تاب ناک تھا اور اس کا حال بھی روشن ہے۔ راقم طفیل احمد مصباحی گذشتہ ۵۷ سال سے بہار کے علما و مشائخ، ادبا و محققین اور دیگر اہل علم حضرات کی حیات و خدمات کا گہرائی سے مطالعہ کر رہا ہے۔ دورانِ مطالعہ جب جناب محمد الیاس رحمانی کی کتاب ”عہدِ اسلامیہ میں در بھنگہ“ اور منصور خوشتر صاحب کی کتاب ”نثر نگاران در بھنگہ“ نظر سے گزری تو حیرت ہوئی کہ کیسے کیسے ہیرے جواہرات اور اساطینِ علم و ادب کو مادرِ در بھنگہ نے جنم دیا ہے۔ در بھنگہ کے علما و مشائخ اور ادبا و شعرا کی روشن خدمات سے آج بھی ملک کا گوشہ گوشہ منور ہے۔

غرض کہ علوم و فنون کا کوئی شعبہ ایسا نہیں، جس کی زلفِ برہم سنوارنے میں فرزندانِ در بھنگہ نے نمایاں کردار ادا نہ کیا ہو۔ شریعت و طریقت، سیاست و صحافت اور ادب و شاعری کے میدان میں در بھنگہ کے اہل علم حضرات دیگر اضلاع و وطن سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں۔ ملا ابوالحسن در بھنگوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے نابغہ روزگار اور جلیل القدر عالم و مفتی اسی خطہ کے باوقار اور لائقِ صداقت فرزند ہیں، جنہوں نے ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین و تالیف میں

شرکت فرما کر در بھنگہ کی کلاہ افتخار میں چار چاند لگایا۔ علامہ سراج الدین در بھنگوی دربار محمد شاہی کے مقرب علما میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ علامہ شیخ ابو محمد ہدایت اللہ صدیقی در بھنگوی، استاذ العلماء ملا نظام الدین فرنگی محلی کے قابل فخر تلمیذ تھے۔ آپ کو مروجہ علوم و فنون میں کامل بصیرت اور مجتہدانہ مقام حاصل تھا۔ منطق و فلاسفہ میں ارسطوئے زمانہ تھے۔ ہدایۃ المنطق، شرح کلم اور حائثیہ رسالہ میرزا ہد آپ کے علمی تبحر کی روشن دلیل ہے۔

بحر العلوم ملا عبد العلی فرنگی محلی (لکھنؤ) جیسے عظیم المرتبت عالم و فاضل اور علمی اعتبار سے بھاری بھر کم شخصیت اپنے والد ملا نظام الدین کے انتقال کے بعد در بھنگہ، بہار تشریف لاکر برسوں شیخ ہدایت اللہ صدیقی کے حلقہ درس میں شامل رہے۔ مصر کے علما و مشائخ نے آپ سے سند علم و قابلیت حاصل کی اور آپ کی علمی جلالت کا اعتراف کیا۔^(۱)

موضوع کی مناسبت سے یہ اقتباس ملاحظہ کریں:

اپنے علمی و ثقافتی کردار کی وجہ سے در بھنگہ کی اپنی انفرادیت رہی ہے۔ عہد اسلامی سے ہی در بھنگہ کے ماہرین علم و ادب نے بہار اور بہار سے نکل کر ملک کے مختلف خطوں میں علم و ادب کا چراغ روشن کیا۔۔۔۔۔ فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین و مدوینین میں ملا ابوالحسن در بھنگوی، عہد عالمگیری کے شیخ احمد ابن شیخ ابوسعید معروف بہ ملا جیون کی تفسیر احمدی اور نور الانوار، مولانا ہدایت اللہ کی تصنیف شرح کلم اور حائثیہ رسالہ میرزا ہد، منیر الدین حسن برق کی منیر الفرائض، منیر الفتاویٰ اور فوائد رضویہ، مولوی عبدالاحد کی المعراج، حافظ ظہور احمد کی التضحیہ، فرمان علی طیب کی تفسیر قرآن پاک، دینیات، کتاب الصرف، کتاب النحو، مولانا عبدالعزیز محدث رحیم آبادی کی سواء الطریق حسن البیان، شاہ سمرقند کی صبغة الواصلین، مصباح العارفین، بحر التوحید، تبصر الاعلیٰ فی التفرقة بین الضاد والطاء، مولانا بہرام شاہ آہ کا حاشیہ حمد اللہ، عبدالرحمن وصال کی سیرت رسول، مرشد حسن کامل کی مخزن التفہیم، اصول کامل، معالجات کامل، اور رحمت کامل، وغیرہ کا سلسلہ متھلا نچل کی زمین سے جا ملتا ہے۔^(۲)

(۱)۔ تفصیل ملاحظہ ہو: عہد اسلامیہ میں در بھنگہ، ص: ۱۳۰

(۲)۔ اردو دنیا، دہلی، ص: ۲۹، ۳۰۔ اپریل، ۲۰۱۲ء

ایک ذہنی خلجان:

مندرجہ بالا اقتباس میں جناب سلمان عبدالصمد نے ”نثر نگارانِ در بھنگہ“ کے حوالے سے شیخ احمد بن ابوسعید معروف بہ ملا جیون کی ”تفسیر احمدی“ اور ”نور الانوار“ کا جو تصنیفی سرا متھلا نجل بلفظ دیگر در بھنگہ سے ملایا ہے، یہ دعویٰ محلِ نظر اور باعثِ خلجان ہے۔ اس عبارت سے قارئین کو یہ دھوکا ہو سکتا ہے کہ ملا احمد جیون، در بھنگہ کے باشندہ تھے اور ان کی یہ دونوں معرکہ الار کتاب در بھنگہ میں لکھی گئی ہے۔ راقم الحروف طفیل احمد مصباحی عفی عنہ نے دو سال کی تلاش و جستجو اور محنت و تحقیق کے بعد ایک کتاب ”ملا احمد جیون ایٹھوی: حیات اور خدمات“ کے نام سے لکھا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ زیور طباعت سے ہنوز آراستہ نہیں ہو سکی ہے۔ لیکن اس کا ویب ایڈیشن منظرِ عام پر آچکا ہے اور انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ ملا جیون سے متعلق دودرجن سوانحی مآخذ چھاننے کے بعد بھی اس قسم کی بات نظر سے نہیں گزری۔ محمد الیاس رحمانی کی کتاب ”عہدِ اسلامی میں در بھنگہ“ کی صراحت کے مطابق شیخ احمد معروف بہ ملا جیون، عہدِ اورنگ زیب عالم گیر میں در بھنگہ، بہار کے ایک فوج دار مقرر ہوئے۔ ۱۱۱۲ھ میں در بھنگہ تشریف لائے ہوئے اور ساٹھ سال یہاں رہے۔^(۱)

بہت ممکن ہے کہ ایک طویل عرصہ تک در بھنگہ میں قیام کرنے کے سبب ملا جیون نے اپنی کتاب ”تفسیرات احمدیہ“ اور ”نور الانوار“ یہیں لکھی ہو۔ بعد کے مصنفین و مؤرخین نے تاریخی دستاویز کی روشنی میں متھلا نجل اور در بھنگہ کی علمی و تصنیفی سرگرمیوں میں ملا جیون کی مذکورہ کتابوں کو بھی شامل کر دیا ہو۔ لیکن الیاس رحمانی کا یہ دعویٰ کہ ”ملا جیون در بھنگہ میں ساٹھ سال رہے“ سراسر غلط ہے۔ ہاں! اگر ساٹھ سال سے مراد ساٹھ سال کی عمر تک یہاں رہنا مراد ہو تو پھر اس دعویٰ کی صداقت پر کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا۔

بہر کیف! حضرت ملا ابوالحسن در بھنگوی، عہدِ اورنگ زیب کے ایک مشہور عالم اور جید فقیہ تھے۔ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں آپ بھی شریک رہے اور اس خدمت کے

(۱) ... عہدِ اسلامی میں در بھنگہ، ص: ۳۵

صلہ میں انعامات و اکرامات سے نوازے گئے۔ ملا ابوالحسن کا نام محض ”یکے از مؤلفین فتاویٰ عالمگیری“ کی حیثیت سے تاریخ کے سینے میں محفوظ رہ گیا ہے۔ امتدادِ زمانہ اور مرورِ ایام کے ساتھ آپ کے دیگر احوال و آثار اور حیات و خدمات کے اہم گوشے پردہٴ خفایں میں ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و ترتیب میں شرکت کے ساتھ ایک اہم اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ملا ابوالحسن در بھنگوی، زیب النساء بنت اور رنگ زیب کے معلم و اتالیق بھی رہے۔ شہزادی زیب النساء بنت اور رنگ زیب عالمگیر کے خطوط اپنے استاذ ملا ابوالحسن در بھنگوی کے نام آج تک در بھنگہ میں موجود ہیں۔ رئیس المفسرین حضرت ملا احمد جیون امٹیوی علیہ الرحمۃ، ملا ابوالحسن در بھنگوی کے داماد اور ملا در بھنگوی آپ کے خسر تھے۔

افسوس! راقم آئٹم کو اس حقیقت کا علم بعد میں ہوا۔ اگر دو سال قبل معلوم ہوتا تو اس کا ذکر اپنی کتاب ”ملا احمد جیون امٹیوی: حیات اور خدمات“ میں ضرور کرتا۔

اس کتاب میں تلامذہ ملا احمد جیون کے ضمن میں زیب النساء بنت اور رنگ زیب کا تذکرہ ۳ صفحات میں کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اس بات کا اضافہ کر دیا جائے گا۔

ملا ابوالحسن کے والد کا نام ابوالبرکات تھا۔ ملا موصوف جب ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین و تالیف کی خدمت سے فراغت پا کر اپنے وطن در بھنگہ، بہار لوٹنے لگے تو اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کو خلعت انعام و اکرام سے نوازا اور حاکم در بھنگہ نواب محمد معصوم خان کو اعزاز و تکریم اور پوری خاطر مدارات کی ہدایت لکھ کر بھیجی۔ بادشاہ اورنگ زیب نے ۱۶۸۵ھ میں ملا ابوالحسن در بھنگوی کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے ملا محمد منعم کو ڈیڑھ سو بیگھہ اراضی مددِ معاش کے طور پر عطا کیا۔ اس اراضی میں محلہ حسن چک (جہاں اس وقت ملا ابوالحسن کا مزار ہے) شریف آباد، چک کوٹھیا اور بنگلہ گڑھ وغیرہ شامل تھے۔ ان تمام باتوں کی تفصیل الیاس رحمانی کی کتاب ”عہد اسلامی میں در بھنگہ“ میں موجود ہے۔

کتاب کا اقتباس ملاحظہ کریں، تاکہ ہمارے دعویٰ کا ثبوت فراہم ہو سکے۔

چنانچہ جناب الیاس رحمانی لکھتے ہیں:

”ملا ابوالحسن بن ابوالبرکات، عالمگیر بادشاہ (اورنگ زیب) کی صاحبزادی زیب النساء بیگم کے استاذ تھے۔ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں خاص طور پر آپ کو بھی رکن مقرر کیا گیا تھا۔ آپ نے

خدمت مفوضہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جب اپنے وطن مالوف در بھنگہ آنے کی اجازت طلب کی تو بادشاہ نے کافی انعام و اکرام عطا کر کے رخصت کیا اور یہاں کے حاکم نواب محمد معصوم خان کو مدارت کی پوری ہدایت لکھ بھیجی۔ زمانے کی دستبرد کے باوجود معصوم خان کے نام مذکورہ فرمان اور آپ کے نام زیب النساء (بنت اورنگ زیب) کے خطوط اور بعض شاہی عطیات اب تک محفوظ ہیں، جو ناچیز کی نظر سے گزر چکے ہیں۔ موصوف کا مزار محلہ حسن چک میں ہے، جو آپ ہی کے نام سے موسوم ہے۔ ملا محمد منعم، آپ ملا ابوالحسن کے صاحب زادہ تھے۔ بادشاہ نے در بھنگہ میں ملا صاحب موصوف کے انتقال کے بعد ۱۶۸۵ء میں آپ کو ڈیرہ سوہیگھ اراضی مدد معاش بذریعہ فرمان مرقومہ ۲۷ جمادی الثانی ۱۰۹۲ء عطا کیا تھا جس میں موجود محلہ حسن چک، شریف آباد، چک کوٹھیا، بنگلا گڑھ وغیرہ ہیں۔^(۱)

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

قدیم در بھنگہ میں جہاں ملک گیر شہرت یافتہ ممتاز پنڈت اور مہاکوی پیدا ہوئے، وہیں جلیل القدر علمائے بھی در بھنگہ کا نام ہر عہد میں روشن کیا۔ اس ضمن میں بہت سے نام لیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً: ”ملا ابوالحسن بن ابوالبرکات“ مغل بادشاہ اورنگ زیب عالم گیری کی صاحب زادی شاعرہ زیب النساء کے استاد تھے اور ”فتاویٰ عالم گیری“ کی تدوین میں بھی شامل تھے۔ شیخ احمد بن شیخ ابوسعید معروف بہ ملا جیون عہد عالم گیری میں در بھنگہ میں ایک فوج دار مقرر ہوئے۔ ۱۱۱۲ھ میں در بھنگہ وارد ہوئے اور ساٹھ سال یہاں مقیم رہے۔ ایک شادی ملا ابوالحسن کی صاحبزادی سے یہاں کی، جن سے ایک لڑکا احمد عماد الدین پیدا ہوا۔ ملا ابوالحسن در بھنگوی کی ولادت و وفات، تعلیم و تدریس و دیگر ضروری سوانحی امور بجز مذکورہ بالا کتاب کے کہیں اور دستیاب نہ ہو سکے۔ اس لیے راقم مزید تفصیل پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ۱۶۸۵ء کے دو تین سال قبل (۸۳-۱۶۸۲ء) در بھنگہ میں آپ کا وصال ہوا اور اپنی ہی نام سے موسوم محلہ حسن چک در بھنگہ، بہار میں مدفون ہوئے۔

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنة مثواه وافاض علينا فيوضه وبركاته.
آمین بجاہ حبیبہ النبی الکریم علیہ وعلی آلہ وصحبہ اکرم الصلوٰۃ و
التسلیم صلوٰۃ تبقی و تدوم بدوام الملک الحی القيوم.

(۱) ... عہد اسلامی میں در بھنگہ، ص: ۶۵

قاضی سید عنایت اللہ مونگیری

صوبہ بہار کا مشہور و معروف خطہ ”مونگیر“ ہر دور میں علم و حکمت، تہذیب و ثقافت اور ادب و شاعری کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں کی خاک سے بڑے بڑے علما و فضلا پیدا ہوئے اور پورے عہد پر اثر انداز ہوئے۔ اپنے دور کے مشہور غیر مقلد عالم و محدث میاں نذیر حسین مونگیری ثم دہلوی مونگیر ہی کے باشندہ تھے۔ ماضی قریب میں لوگوں کے دلوں پر اپنے علم و فضل کا سکہ بٹھانے والے جامع معقول و منقول عالم دین حضرت علامہ سید مفتی افضل حسین مونگیری رحمۃ اللہ علیہ اسی مونگیر کے مایہ ناز سپوت تھے۔ گیارہویں صدی ہجری کے نصف آخر میں مونگیر کی مردم خیز زمین سے جو مایہ ناز شخصیت افتی علم و حکمت پر کوکب درخشاں بن کر چمکی اور مونگیر کی مزید شہرت کا سبب بنی، وہ قاضی القضاۃ، رئیس الفقہاء حضرت علامہ قاضی سید عنایت اللہ مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اعلیٰ صفات ہے۔ آپ عہد اور نگ زیب عالم گیر کے نہایت مشہور عالم و فاضل اور جید فقیہ و مفتی تھے۔ مروجہ علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ لحن داؤدی کے مالک ایک خوش الحان قاری بھی تھے۔ دہلی کے شاہی مدرسہ کے تلمیذ و معلم بننے کے ساتھ ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین و تالیف میں شرکت اور گراں قدر فقہی خدمات انجام دینے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔

ولادت اور سلسلہ نسب:

علامہ قاضی سید عنایت اللہ مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سورج گڑھ، محلہ چک مسکن، ضلع مونگیر، بہار میں تقریباً ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔ آپ کے مورث اعلیٰ سید شاہ احمد جاجنیری تھے، جو خاندان بارہ گاؤں و سورج گڑھ کے بانی مہانی ہیں۔

آپ کا نسب نامہ حسب ذیل ہے:

قاضی سید عنایت اللہ بن قاضی سید عبدالنبی بن سید عبدالسلام بن سید شاہ جمال

الدین بن سید شاہ احمد جانشیری بانی خاندان بارہ گاؤں و سورج گڑھ۔^(۱)
تعلیم اور دہلی کا سفر:

قاضی سید عنایت اللہ مولگیری رحمۃ اللہ علیہ ایک اعلیٰ علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے خاندان میں ”عہدہ قضا“ کا سلسلہ ایک زمانے سے قائم تھا۔ والد گرامی مولانا قاضی عبدالنبی سورج گڑھ (مولگیر) اور کجرا کے قاضی تھے۔ عقل و شعور کی آنکھیں کھولنے کے بعد مروجہ علوم و فنون کی تحصیل میں منہمک ہو گئے۔ ابتدائی کتابیں والد سے پڑھیں اور متوسطات کی تعلیم آبائی وطن سورج گڑھ، مولگیر، بہار میں علمائے وقت سے حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے دہلی کی طرف شہرِ حال فرمایا۔ اپنی خداداد ذہانت و لیاقت کے نتیجے میں دہلی کے ”شاہی مدرسہ“ میں داخلہ لیا اور بڑی محنت اور کمال انہماک کے ساتھ مروجہ علوم و فنون کی تعلیم و تحصیل میں لگے رہے، یہاں تک کہ اور ایک باکمال عالم و فاضل اور نابغہ روزگار فقیہ و مفتی کی حیثیت سے ابھرے۔

ڈاکٹر مہر النساء (پاکستان) نے ”علمائے بہار کی دینی و علمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ“ کے نام سے ایک مکمل اور مبسوط کتاب تصنیف کی ہے، اس میں قاضی سید عنایت اللہ مولگیری کا بسلسلہ تعلیم سفر دہلی کا حال اور اس ضمن میں ایک اہم واقعہ قلم بند کیا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتی ہیں:

”قاضی سید عنایت اللہ مولگیری اس عہد کے دستور کے مطابق متوسط درجہ کی تعلیم حاصل کر کے دہلی پہنچے۔ شام کا وقت تھا۔ ایک شخص کے مکان پر شبِ باشی کی اجازت مانگی اور اس نے ان کا حال سن کر اجازت دے دی اور کھانا بھی کھلایا۔ رات جب زیادہ ہوئی تو مالک مکان چراغ گل کر کے اندر جانے لگا۔ سید عنایت اللہ صاحب نے کہا: مجھے قرآن پڑھنا ہے، میں سوتے وقت چراغ گل کر دوں گا۔ مکان مالک اندر چلا گیا اور سید صاحب دیر رات تک قرآن مجید پڑھتے رہے یہاں تک کہ شہر دہلی کا کو تو ال گشت کرتا ہوا آنکلا۔ چوں کہ سید صاحب بہت ہی خوش الحان تھے، اس لیے کو تو ال دیر تک کھڑا کھڑا سید صاحب کی تلاوت

(۱)... فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مولفین، ص: ۱۳، تاج کمپنی، دہلی۔

سنتارہا۔ پھر سامنے آکر اس نے تمام حالات سے آگاہی حاصل کی۔ صبح کو تووال نے سید صاحب کو طلب کر کے ان سے مزید معلومات حاصل کیں اور جب کو تووال کو سید صاحب کی ذہانت و خوش الحانی اور ان کے علمی ذوق کا یقین آگیا تو اپنے سفارش سے ”شاہی مدرسہ“ میں داخل کر دیا۔ اختتامِ تعلیم کے بعد ان کی علمی استعداد کے بنا پر اسی شاہی مدرسہ میں ان کو معلم و مدرس کے عہدہ پر متعین کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کے علم و فضل کا چرچا ہوا تو ان کو ”فتاویٰ عالمگیری کے مولفین“ میں شامل کر لیا گیا اور غالباً آخر ۱۰۸۶ھ تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد پھر وہ شاہی مدرسہ دہلی کے مدرس ہو گئے اور ۱۰۹۹ھ تک اس پر مامور رہے۔^(۱)

مجیب اللہ ندوی کی کتاب ”فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مولفین، ص: ۱۳۸ پر بھی اس واقعہ کا ذکر موجود ہے۔

شاہی مدرسہ دہلی کے معلم و مدرس:

حصولِ علم کی غرض سے آپ دہلی کب گئے اور کب تک دہلی کے ”شاہی مدرسہ“ میں تعلیم حاصل کرتے رہے؟ شاہی مدرسہ کے معلم و مدرس کب بنے؟ ان چیزوں کی تفصیل نہیں ملتی۔ بہر کیف! فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں شرکت اور شاہی مدرسہ میں تدریسی خدمات کی انجام دہی بڑے اعزاز کی بات ہے۔ شاہی مدرسہ میں معلمی کا فریضہ انجام دینے کے باعث اس بات کا قوی امکان ہے کہ آپ شاہزادگان کے بھی اتالیق و معلم رہے ہوں گے۔ آپ دہلی کے ”شاہی مدرسہ“ میں تدریسی فرائض انجام دینے کے لیے دو مرتبہ مامور کیے گئے ایک تو فراغت کے فوراً بعد اور دوسری مرتبہ ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین و تالیف سے فرصت پانے کے بعد۔ شاہی مدرسہ میں تدریسی خدمات کے بدولت ہی آپ ”مولفین فتاویٰ عالمگیری“ میں شامل کیے گئے۔ جیسا کہ ذیل کے اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے۔

مولوی سید ابو ظفر ندوی لکھتے ہیں:

”اس مدرسہ (شاہی مدرسہ، دہلی) میں کب تک تعلیم پاتے رہے، یہ معلوم نہیں،

(۱)... علمائے بہار کی دینی و علمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ، ص: ۴۱۵-۴۱۴، معارف اسلامیہ، کراچی۔

لیکن اختتام تعلیم کے بعد قاضی عنایت اللہ مونگیری کو ان کی علمی استعداد کی بنا پر اسی مدرسہ میں معلم کے عہدہ پر مامور کیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ان کے علم و فضل کا چرچا پھیلا تو ان کو ”فتاویٰ عالمگیری کے مولفین“ میں شامل کر لیا گیا اور غالباً آخر تک (۱۰۸۶ھ) اس کام کو انجام دیتے رہے۔ کیوں کہ اس کے بعد وہ پھر شاہی مدرسہ کے مدرس ہو گئے اور ۱۰۹۹ھ تک اس خدمت پر مامور رہے۔^(۱)

فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں شرکت:

علامہ قاضی سید عنایت اللہ مونگیری کا فتاویٰ عالمگیری کے مولفین میں شامل ہونا تاریخی مسلمات سے ہے۔ اکثر مصنفین نے اس حقیقت کا ذکر کیا ہے۔ گذشتہ صفحات میں دو حوالے گذر چکے ہیں۔ مزید حوالے ہدیہ قارئین ہیں۔

ڈاکٹر علاء الدین خان لکھتے ہیں:

”قاضی سید عنایت اللہ مونگیری دہلی میں اپنے علمی ذوق کے باعث ”شاہی مدرسہ“ میں داخلہ پانے میں کامیاب ہو گئے۔ تعلیم کے بعد پھر اسی مدرسہ میں معلم ہو گئے اور علم و فضل میں اتنی ترقی کی کہ ”فتاویٰ عالمگیری کے مولفین“ میں شامل کر لیے گئے۔^(۲)

قاضی سید عنایت اللہ مونگیری اپنے والد محترم جناب سید عبدالنبی کے وصال کے بعد قصبہ سورج گڑھ اور کجرا (مونگیر، بہار) کے قاضی مقرر ہوئے۔ محکمہ قضا کے مفتی و قاضی بننے سے قبل فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں شریک رہے اور مجلس تدوین کے ایک مستقل رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔

سید ابو ظفر ندوی ”مرآۃ العالم“ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”قاضی سید عنایت اللہ مونگیری محکمہ قضا میں آنے سے قبل فتاویٰ عالمگیری کی مجلس تدوین کے رکن تھے۔ مرآۃ العالم میں ہے کہ اس مجلس کے صدر ملا نظام الدین (برہان پوری) تھے اور ان کے ماتحت قاضی عنایت اللہ مونگیری کے علاوہ چار اور عالم تھے: (۱) قاضی محمد

(۱)... فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مولفین، ص: ۱۳۸، مطبوعہ، دہلی

(۲)... عہد اور نگ زیب میں علما کی خدمات، ص: ۲۴۸

حسین جون پوری (۲) سید اکبر علی سعد اللہ خانی (۳) ملا شیخ محمد حامد جون پوری (۴) ملا محمد اکرام اللہ۔ ان میں سے ہر ایک کے سپرد ایک ربع کام تھا۔ معلوم نہیں قاضی عنایت اللہ مونگیری ان میں سے کن کے ماتحت تھے۔^(۱)

سورج گڑھ، مونگیر کے محکمہ قضا کے مفتی و قاضی:

علامہ قاضی عنایت اللہ مونگیری، فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف سے فارغ ہونے کے بعد دہلی کے شاہی مدرسہ میں دین و دانش کی گراں قدر خدمات انجام دینے کے علاوہ کسی سرکاری محکمہ سے بھی وابستہ تھے۔ اسی دوران آپ کے والد کا وصال ہو گیا۔ قصبہ سورج گڑھ اور کجرا کا محکمہ قضا کچھ دنوں تک خالی رہا۔ شرفائے سورج گڑھ کی درخواست پر شہنشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر نے قاضی عنایت اللہ کو ان کے والد کی جگہ قاضی بنا کر دہلی سے مونگیر بھیج دیا۔ محکمہ قضا کی سند دیتے وقت بادشاہ اورنگ زیب نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا دو عدد قرآن مجید کا نسخہ قاضی صاحب کو عنایت کیا۔ عہدہ قضا پر سرفراز کرتے وقت بادشاہ اورنگ زیب کا جو فرمان آپ کو عطا ہوا تھا۔ وہ آج تک مونگیر میں موجود ہے۔ قاضی صاحب اپنی وفات تک سورج گڑھ اور کجرا کے محکمہ قضا پر فائز رہے۔ عہدہ قضا کی سند اور فرمان کا متن درجہ ذیل ہے۔

”دریں وقت فرمان والا شان صادر شد کہ خدمت قضا پر گئے سورج گڑھ و کجرا کے تابع سرکار مونگیر صوبہ بہار از انتقال عبدالنبی بہ سید عنایت اللہ پسرش و موازی چہل بیگہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج جمع از پرگنہ سنگھون تابع سرکار مذکور بشرط خدمت و عدم اخذ مہرانہ و نکاحانہ در وجہ مدد معاش او حسب الضمن مقرر باشد کہ بلوازم و مراسم آن کما ینبغی پروازد، و در نشر شریعات، و قطع و فصل قضا یا معاملات و رفع و دفع دعادی و خصومات، و عقود آں کہ بلا ولی، و قسمت ترکات و کتابت صکوک و سجلات و تحریص و ترغیب مردم بہ طاعات و عبادات و اجرائے حدود و تعزیرات و اقامت جمعہ و جماعت و تحقیق اموال غنیمت و ایتام و تعین اوصیاء و نصب و قیام مقرر نمود، نائب متدین طالب علم مساعی موفورہ بتقدیم رساند باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران و

(۱) ... فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مؤلفین، ص: ۱۳۹، تاج کمپنی، دہلی

کروریان حال واستقبال اور اقاضی آن محلات داندوزمین مذکور را پیموده و چک بستہ بہ تصرف او باز گزارند و اصلاً و مطلقاً تغیر و تبدیل بداں را نہ دہند، و بعلت مال و جہات اخراجات مثل و قلعہ و پیش کش و جریبا نہ و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و دار و عنگانہ و بیگار و شکار و مقدمے و قانون گوئی ضبط ہر سالہ بعد از تشخیص چک و تکبیر زراعت و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحم نہ شودند، و دریں باب ہر سال سند مجدد نہ طلبند و اگر در محلے دیگر چیزے دانستہ باشند، آن را اعتبار نہ کنند، طریق جمہور سکنہ و متوطنین پر گنات مسطور آن کہ خطوط و قبالات و صکوک و سجلات را بخط و مہر و معتبر شمرند، غرہ شعبان سال سی و یکم جلوس ۳۱ شرح یادداشت واقعہ تاریخ روز چہارشنبہ بہست و ششم شہر جمادی الآخر ۳۱ جلوس والا موافق ۱۰۹۹ھ مطابق ہشتم اردی بہشت مار سالہ صدارت و مشیخت پناہ فضیلت و کمالات دستگاہ سزاوار مرحمت و احسان صدر منبع القدر فاضل خان ”و نو بت واقعہ نگاری کمترین بندہ در گاہ خلاق آرام گاہ“ ”محمد ساقی“ قلمی می گردد۔ سید عنایت اللہ ولد سید عبدالنبی از نظر اقدس اعلیٰ گذشت و بعرض مقدس معلیٰ رسید کہ پرواگی بہ مہر و دستخط مستیخت و فضیلت پناہ فضائل خان رسیدہ کہ بموجب التماس محمد شفیق سکنہ پر گنہ کجریٰ سرکار مونگیر صوبہ بہار بعرض والا رسید کہ از مدتے عبدالنبی قاضی پر گنات مسطور فوت شدہ، و بدون قاضی معاملات شرعیہ فیصل نمی یابد حکم والا شرف نفاذ یافت کہ بندہ بر تقدیر وقوع قاضی دیگر، بعرض مقدس رسانید مقررہ نمایند، حقیقت بریں منوال است کہ در پر گنہ سورج گرہ و پر گنہ کجریٰ سرکار مونگیر مذکور قاضی از حضور پر نور تعین نہ شد۔ محضر بہ مہر مردم رسیدہ کہ سید عبدالنبی خاص مورچی پر گنات مسطورہ بعین حیات سپرد سید عنایت اللہ پسرش متوفی بحضور پر نور رسیدہ طالب علم است ہر چہ فرمان شود۔

حکم جہاں مطاع عالم مطیع صادر شد کہ خدمت قضاء پر گنات مرقوم مع سواد قصبات و قریات متعلقہ آن از انتقال سید عبدالنبی متوفی مشار الیہ و موازی چہل بیگہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج جمع از پر گنہ سنگہول سرکار مونگیر مذکور، مادامیکہ قاضی باشد، بشرط عدم اخذ مہرانہ و نکاحانہ در وجہ مدد و معاش او مرحمت فرمودیم و نیز حکم شد در جائیکہ خود نہ رسد، نائب متدین طالب علم تعین می کردہ باشد اگر در محال دیگر چیزے دانستہ باشد آن را اعتبار نہ کنند

بادشاہ اورنگ زیب کے اس فرمان اور سند قضا پر مدارالمہام جملۃ الملک اسد خان وزیر اور فضل خان صدر الصدور کی تصدیق اور تائیدی دستخط ہیں۔ اس فرمان سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ قاضی عنایت اللہ مونگیری سند قضا پاتے وقت بادشاہ اورنگ زیب کے طرف سے دہلی کے کسی سرکاری محکمہ سے وابستہ تھے۔ سورج گڑھ چک مسکن، مونگیر ہی میں آپ کا وصال ہوا، جہاں آپ کا پختہ مزار آج بھی مرجع خلایق بنا ہوا ہے۔ تاریخ وفات کا علم نہ ہو سکا۔

(۱) ... عہد اورنگ زیب میں علما کی خدمات، ص: ۲۵-۲۴۹

ملا فیح الدین جعفری پھلواری

عظیم آباد (موجودہ پٹنہ، بہار) کی علمی عظمت، امتیازی شان و شوکت، ادبی مرکزیت اور تمدنی رفعت کا ایک جہاں قائل ہے۔ جس طرح عظیم آباد اپنی علمی برتری اور زرخیزی میں اپنی مثال آپ ہے، اسی طرح اس کے دیگر قصبات و محلات اور اس کے قرب و جوار کی آبادیاں بھی علمی، ادبی اور روحانی اعتبار سے مالا مال اور بے مثال ہیں۔ پھلواری شریف جسم عظیم آداد کا ایک مضبوط حصہ اور بہار کی بہار کا ایک حسین اور دل کش نمونہ ہے۔ یہ پھلواری نہیں، بلکہ پھول کی کیاری ہے۔ اس گلشن میں ایسے ایسے پھول کھلے ہیں کہ محض ان پھولوں کے تصور سے ہی غنچہ دل کھل اٹھتا ہے اور مشام جان معطر ہو جاتا ہے۔

جناب شاہ محمد شعیب قادری محیبی پھلواری کی کتاب ”آثار پھلواری شریف“ کا مطالعہ کرنے کے بعد حیرت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے یگانہ عصر مشائخ، مایہ ناز علما، عظیم المرتبت فقہاء، جلیل القدر محدثین، اساتذہ شعرو سخن، کاملان فن اور عظیم الشان فاضلان ادب پھلواری کی خاک سے نمودار ہوئے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ محدثین عظام کی ایک کثیر تعداد سرزمین پھلواری سے تعلق رکھتی ہے، جو اپنے اپنے دور میں بخاری وقت اور سیوطی زمانہ کہے جانے کے مستحق تھے۔

”آثار پھلواری شریف“ سے ایک اقتباس ہدیہ قارئین ہے، تاکہ پھلواری شریف کی قرار واقعی عظمت و حیثیت کا اندازہ ہو سکے۔

حکیم سید شاہ محمد شعیب قادری محیبی لکھتے ہیں:

ثقہ روایات اور سابقہ تحریرات سے معلوم ہوا کہ قصبہ متبرکہ ”پھلواری“ ہزار سال سے آباد ہے، انسانی آبادی سے پہلے اس سرزمین پر راجہ اشوک کانادر روزگار باغ تھا اور ”راجہ کی پھلواری“ سے مشہور تھا.....

گذشتہ فقراء ہندو اپنے کسب و ریاضت اور علوم نجوم کے ذریعہ معلوم کر چکے تھے کہ اس سرزمین (پھلواری) میں اسلامی دور شروع ہوگا اور بڑے بڑے صاحبِ تصرف و کرامات فقراء اسلام اور علمائے ذی احتشام اس سرزمین پر آباد ہوں گے اور کفر و ضلالت کی تاریکی کو شمع ہدایت سے روشن کریں گے۔ ان منجمن کی پیشین گوئی کا ظہور حرف بحرف ثابت ہوا اور یہ جگہ بہت مردم خیز ثابت ہوئی۔ علم و عرفان کے صدہا نونہال اس سرزمین سے شاداب برگ و بار کے ساتھ اُگے۔

تذکرۃ الکرام میں مولانا ابوالحیات قادری پھلواری اس قصبہ کے شرف و بزرگی کی نسبت لکھتے ہیں کہ:

اس قصبہ پر بزرگوں کے ارواح طیبات کی توجہ برابر رہی۔ حضرت مخدوم الملک بہاری قدس سرہ کے ارشاد اور دعا کی بدولت اس قصبہ میں صدہا علما، فضلا، مشائخ، عارفین باللہ پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ العلمین شاہ نعمت اللہ قادری قدس سرہ فرماتے تھے کہ: حضرت مولانا شاہ محمد وارث رسول نما قدس سرہ کی نظر عنایت اس قصبہ پر بہت زیادہ تھی۔ آپ اس کو ”ہماری پھلواری“ اور ”قصبہ ناجیہ“ فرماتے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ اس قصبہ میں حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ کا مولد و مسکن ہے، اور مولانا ان کو بہت عزیز رکھتے تھے، اسی نسبت سے پھلواری کے ساتھ بھی آپ کو محبت ہے۔ اس خطرہ پر مولانا کو اطلاع ہوئی تو فرمایا: ”پھلواری ایسی جگہ ہے جس کی قدر بروز قیامت معلوم ہوگی کہ کتنے اولیا و صلحا اس سرزمین سے اٹھیں گے۔“

بعض ثقہ راویوں سے سنا گیا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی مخصوص عنایات کے ضمن میں جو اس قصبہ کے اسلاف پر آپ کی ہیں، یہ فرمایا کہ: ایک عالم اور ایک درویش ہمیشہ اس قصبہ میں رہے گا۔ اس وقت سے لے کر اب تک کوئی زمانہ پھلواری کا اس سے خالی نہیں دیکھا گیا، اسی لیے اس سرزمین کی خصوصیتوں کا ذکر سوختہ دل علامہ نعمتی رحمہ اللہ اس طرح کرتے ہیں:

خوب بستی ہے قصبہ پھلواری
سوزِ عشق اس مکاں سے اٹھتا ہے

ہے وہ عشاق خیز جاکہ مدام

دردمند اک یہاں سے اٹھتا ہے

افق پھلوری پر بدر کامل کے مانند چمکنے والے ستاروں میں ایک اہم اور معتبر نام حضرت ملا فیح الدین جعفری پھلوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جو اپنے وقت کے بلند پایہ عالم دین، ممتاز فقیہ، قاضی و مفتی اور بڑے با فیض مدرس تھے۔ علم و فضل میں یگانہ اور فقہ و اصول میں مجتہدانہ بصیرت کے حامل تھے۔

ولادت اور خاندان:

ملا فیح الدین جعفری پھلوری کی تاریخ ولادت کہیں نہیں ملتی۔ محتاط اندازے کے مطابق آپ کی ولادت ۱۰۵۰ھ کے لگ بھگ ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب امیر عطاء اللہ جعفری سے ہوتا ہوا عبد اللہ بن جعفر طیار رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ اسی وجہ سے ملا فیح الدین اور دیگر خاندانی افراد ”جعفری“ کہلاتے ہیں۔ آپ کے خاندان کے قابل ذکر بزرگ امیر عطاء اللہ جعفری ہیں۔ یہ بزرگ ملا فیح الدین پھلوری کے پردادا ہیں اور آپ ان کے پر پوتے ہیں۔ خواجہ امیر عطاء اللہ جعفری، ملا فیح الدین اور اہل پھلوری کے مورث اعلیٰ ہیں۔ عہد ہمایوں و اکبری میں پھلوری شریف آکر مقیم ہوئے۔ سلطنت مغلیہ میں انہیں ایک اہم اور ممتاز وزیر کی حیثیت حاصل تھی۔ بعد میں آپ سہسرام جاگر شیر شاہ سوری کے دربار سے منسلک ہو گئے تھے۔ سید شاہ غلام حسین پھلوری لکھتے ہیں:

اس خاندان کے مورث خواجہ امیر عطاء اللہ جعفری عہد ہمایونی و اکبری میں یہاں (پھلوری) آکر مقیم ہوئے۔ خاندانی روایت کے بموجب تو یہ وزراء شاہی میں تھے، لیکن وہاں ان کی کوئی اہم حیثیت ضرور تھی۔

ابوالفضل کے ”اکبر نامہ“ میں بضمن وقائع ۹۶۱ھ خواجہ عطاء اللہ کا نام بھی ایک جگہ پر مذکور ہے۔ خدا بخش خان صاحب مرحوم کی لاہری میں شاہان و وزراء مغلیہ کے ساتھ ایک مرقع امیر عطاء اللہ کی بھی الہم کی شکل میں موجود ہے۔ شیر شاہی خاندان کی تباہی کے بعد مغل سلاطین نے روہتاس سے لے کر راج گڑھ تک پٹنہ کے جنوب میں بہت سے مغل،

شیوخ اور راج پوت خاندان مختلف مناصب کے ساتھ آباد کر دیے تھے تاکہ پٹھانوں کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ اسی زمانہ میں خواجہ امیر عطاء اللہ بھی دہلی سے یہاں آئے۔ یہ عبد اللہ بن جعفر طیار کی اولاد سے تھے، اسی لیے یہ خاندان جعفری کہلاتا ہے۔ امیر عطاء اللہ نے یہاں سنگ سرخ کی ایک مسجد بنوائی جو اب تک پھلواری شریف کی جامع مسجد ہے، جہاں جمعہ وعیدین کی سب سے بڑی جماعت ابھی تک ہوتی ہے۔^(۱)

ملائیچ الدین پھلواری کے آباؤ اجداد سے متعلق قدرے تفصیل یہ ہے کہ امیر عطاء اللہ جعفری کے فرزند امیر محمد حسین کے چار لڑکے تھے:

(۱) محمد فرید (۲) رکن الدین (۳) رستم (۴) فتح اللہ۔

امیر محمد حسین کے ان چاروں صاحب زادگان میں محمد فرید، ملائیچ الدین کے سگے دادا ہیں۔ امیر فتح اللہ لاؤ لد گزرے ہیں۔ باقی محمد فرید و رکن الدین کی اولاد میں بکثرت علما و فضلا اور عارفین باللہ پیدا ہوئے۔

ملائیچ الدین کے دادا محمد فرید کے تین لڑکے تھے:

(۱) بایزید (۲) ابوالفضل (۳) عبدالرشید۔

بایزید یعنی ملائیچ الدین کے والد گرامی کی شادی بی بی بولن بنت مخدوم شاہ ابراہیم چشتی کی صاحب زادی بی بی نور جہاں سے ہوئی، جن سے چھ لڑکے ہوئے، ان میں سے دو یہ ہیں:

(۱) ملائیچ الدین (۲) مخدوم شاہ برہان الدین۔^(۲)

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ ملائیچ الدین کے دادا کا نام محمد فرید، والد کا نام بایزید، والدہ کا نام نور جہاں اور بھائی کا نام شاہ برہان الدین ہے۔

ملائیچ الدین پھلواری کا خاندان ایک علمی و روحانی عظمت کا حامل خاندان گذرا ہے، جس کی تابانیوں سے آج بھی پھلواری کا ذرہ ذرہ رشکِ خورشید بنا ہوا ہے۔

ایں سلسلہ طلائے ناب است

ایں خانہ تمام آفتاب است

(۱)... ماہنامہ معارف، عظیم گڑھ، اپریل، ۱۹۴۷ء، ص ۲۹۶، شمارہ: ۴، جلد: ۵۹

(۱)... آثارِ پھلواری شریف: ص ۱۱۰، مطبوعہ خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف۔

اور صرف پھلوار ہی نہیں بلکہ ہندوستان کا چہ چہ ملائح الدین اور اس کے خاندان کے علما و مشائخ کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہے۔

سید مناظر احسن گیلانی نے بجا لکھا ہے:

پھلواری شریف کی یہ بستی ایک ایسی ”مرکزی جامعہ یونیورسٹی“ کی خدمات انجام دیتی رہی، جس سے تقریباً دو سو سال تک فارغ التحصیل ہو کر ارباب فضل و کمال ملک کے طول و عرض میں مسلسل پھیلے رہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں شریک ہو کر امتیاز حاصل کرتے رہے۔^(۱) کسی بھی انسان کے فضل و کمال اور علمی رسوخ میں وقت و عہد اور ماحول کا بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ ملائح الدین جعفری پھلواروی نے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں فکر و شعور کی آنکھیں کھولیں۔ عہد عالمگیر میں بڑے بڑے علما و فضلا اور اساطین علم و ولایت ملک کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔ دہلی اور لکھنؤ کی طرح عظیم آباد (پٹنہ، بہار) بھی علما و مشائخ کا مرکز و مسکن تھا۔ پھلوار شریف میں وقت کے جید علما و محدثین اور فاضلان شعر و ادب موجود تھے۔ ملائح الدین جعفری پھلواروی کی شخصیت پر اس علمی ماحول کا بڑا گہرا اثر پڑا اور آپ اپنے عہد و ماحول کے سانچے میں ڈھل کر کندن بنے۔ خصوصیت کے ساتھ دہلی کے بلند پایہ اساتذہ کی علمی صحبت اور شاگردی نے آپ کو علم و حکمت اور فضل و کمال کا پیکر بنا دیا، جو آگے چل کر ”فتاویٰ عالمگیری“ جیسی مایہ ناز فقہی کتاب کی تدوین و تالیف میں شرکت کا سبب بنا۔

تعلیم و تدریس، اساتذہ و تلامذہ:

ملائح الدین جعفری پھلواروی، صوبہ بہار کے جلیل القدر فضلا اور عہد اورنگ زیب عالمگیر کے مشہور فقہائے احناف میں سے تھے۔ آپ کی ولادت اور ابتدائی تعلیم و تربیت وطن مالوف ”پھلوار“ میں ہوئی۔ خاندانی علما و مشائخ اور دیگر اساتذہ شہر سے عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں دہلی کا رخ کیا۔ دہلی اس وقت جید علما و مشائخ کا مرکز تھا۔ ملائح الدین دہلی پہنچے اور یہاں شیخ احمد بن سعید ایٹھوی (ملا احمد جیون) اور ملا عوض وجیہ

(۱) ... مقدمہ اعیان وطن، ص ۱۱، مطبوعہ پھلوار شریف۔

دہلوی سے مروجہ علوم فنون کی منتہی کتابیں پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کی ذہانت و لیاقت سے اساتذہ بہت خوش تھے۔ آپ کے یہ دونوں اساتذہ شاہی دربار کے ممتاز لوگوں میں تھے۔ انہیں کی بدولت اورنگ زیب عالمگیر کے دربار میں پہنچے۔ بادشاہ عالمگیر ملا فیح الدین کے علم و فضل اور صلاحیت سے بہت متاثر ہوئے، یہاں تک کہ ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین و تالیف کے لیے چوٹی کے علما کی صف میں آپ کو بھی شامل کر لیا۔ ملا فیح الدین پھلواوی سلسلہ نقش بندیہ میں کسی عارف باللہ اور مرشدِ کامل سے بیعت تھے، اسی سبب آپ کے نام کے ساتھ ”نقش بندی“ کا لفظ بھی جڑا نظر آتا ہے۔

تذکرہ علمائے بہار، ۱/۲۲۲ میں لکھا ہے:

شیخ عالم فقیہ فصیح الدین ہاشمی جعفری پھلواوی، فقہائے حنفیہ میں سے تھے، پھلواوی میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی اور ایک مدت تک اپنے شہر کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر دہلی کا سفر کیا اور شیخ احمد بن سعید ایٹھوی (ملا احمد جیون) سے فیض حاصل کیا اور اپنے شہر واپس لوٹے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ جیسا کہ حدیقتہ الازہار میں ہے۔ آپ ملا عوض وجیہ دہلوی کے شاگرد تھے، عہد عالمگیری میں برابر دہلی رہے اور ”فتاویٰ عالمگیری“ کی ترتیب و جمع میں شریک رہے۔ سلطان اورنگ زیب نے آپ کی علمی قابلیت کی قدر کرتے ہوئے ایک سو بیگھہ اراضی اور ایک روپیہ یومیہ خرچ کے لیے دیا۔ ملا فیح الدین جعفری پھلواوی دہلی کب گئے، کتنے سالوں تک یہاں قیام رہا اور وطن واپس کب ہوئے؟ اس کا علم نہیں ہو سکا۔ لیکن آثارِ پھلواوی، تذکرہ علمائے بہار اور دیگر سوانحی کتب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ دہلی میں ایک طویل زمانے تک قیام پذیر رہے۔ فتاویٰ عالمگیری کی مدتِ تصنیف آٹھ سال اور زمانہ طالب علمی کے کچھ سال ملا کر تقریباً ۱۵ سال دہلی میں بسر ہوا۔ اس کے بعد وطنِ مالوف پھلواوی لوٹے اور یہاں مسندِ درس و تدریس بچھائی اور زندگی کے آخری ایام تک دین و دانش کی گراں قدر خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کا حلقہ درس وسیع تھا اور تلامذہ کی تعداد کثیر تھی۔ آپ کی درس گاہ سے سیکڑوں علما و فضلاء علم و حکمت کا فیضان حاصل کر کے یگانہ روزگار ثابت ہوئے۔

جناب عون احمد قادری لکھتے ہیں:

ملا فیح الدین جعفری پھلواروی، جامع فتاویٰ عالمگیری جب دہلی سے اپنے وطن پھلواروی واپس آئے تو اپنے آبائی مدرسہ میں درس دینا شروع کیا۔ ان کے آبائی مدرسہ کا تذکرہ بھی اگلی کتابوں میں ملتا ہے۔ یہ مدرسہ مسجد سگی (پھلواروی شریف) سے اتر جانب تھا۔ اس میں حضرت امیر عطاء اللہ جعفری کی اولاد سے علما و فضلا درس دیا کرتے تھے۔ یہ مدرسہ ۱۲۷۲ھ تک نہایت عروج کے ساتھ آباد رہا۔ ملا فیح الدین کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ پھلواروی کے متقدمین علما میں ان کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ان کے تلامذہ کی تعداد کثیر تھی۔ ارشد تلامذہ میں ملا موصوف کے چاروں صاحب زادگان (ملا صریح الدین، ملا صلیح الدین، ملا صلیح الدین، ملا صلیح الدین) قاضی حیات مرید اور ملا غلام شرف الدین قابل ذکر ہیں۔^(۱)

فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں شرکت:

ملا فیح الدین جعفری پھلواروی کے فضل و کمال، علمی اثر و رسوخ اور فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں شرکت کا ذکر اکثر تذکرہ نگاروں نے کیا۔ آثار پھلواروی شریف معروف بہ ”اعیان وطن“ میں حکیم شاہ محمد شعیب قادری محیبی پھلواروی لکھتے ہیں:

ملا فیح الدین جعفری پھلواروی نقشبندی قدس سرہ (آپ سلسلہ نقشبندیہ میں کسی عارف باللہ سے بیعت تھے اسی سبب آپ کے نام کے ساتھ (نقشبندی) کا لفظ بھی جڑا نظر آتا ہے) ملا عوض وجیہ دہلوی کے شاگرد تھے۔ بڑے متبحر عالم و فاضل تھے۔ عہد عالمگیری میں برابر دہلی رہے اور فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و جمع میں شریک رہے۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کی علمی قابلیت اور جوہر ذاتی کی قدر کرتے ہوئے مدد معاش میں ایک سو بیگھہ اراضی اور ایک روپیہ یومیہ خرچ روزمرہ کے لیے دیا تھا۔^(۲)

ڈاکٹر علاء الدین خان لکھتے ہیں:

(۱)... ماہنامہ معارف، عظیم گڑھ، اپریل، ۱۹۴۷ء، ص: ۲۹۴-۲۹۵

(۲)... آثار پھلواروی شریف، ص: ۱۱۰ مطبوعہ پھلواروی۔

ملا فصیح الدین پھلواوی، یہ بہار کے قصبہ پھلواوی سے تعلق رکھتے تھے۔ امیر عطا اللہ جعفری کے پرپوتے تھے۔ حصول علم کے لیے دہلی گئے اور ملا وجیہ الدین کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ دہلی میں ملا جیون سے بھی استفادہ کیا اور اپنے استاذ ملا وجیہ الدین کی وجہ سے اور نگ زیب کے دربار میں پہنچے اور اپنے علمی قابلیت کے باعث ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین میں شریک کیے گئے۔^(۱)

پاکستان کی ممتاز اسکالر ڈاکٹر مہر النساء کے بقول:

فتاویٰ عالمگیری کے مرتبین میں ہندوستان کے صوبہ بہار کے مشہور قصبہ پھلواوی کے ایک اہل علم بھی شامل تھے، جن کا نام ملا فصیح الدین ہے... آپ بڑے تبحر عالم تھے۔ عہد عالمگیری میں برابر دہلی رہے اور فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و جمع میں شریک رہے۔^(۲)

فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں ملا فصیح الدین پھلواوی کی شرکت و شمولیت کا سب سے واضح ثبوت اور مضبوط دلیل شہنشاہ اورنگ زیب کا وہ فرمان ہے جو انہوں نے ملا فصیح الدین کے صاحب زادے ملا صبیح الدین پھلواوی کے نام جاری کیا تھا۔ اس فرمان کے تحت صوبہ بہار کے شاہی خزانہ سے ایک روپیہ یومیہ اور ایک سو بیس بیگھہ زمین پر گنہ پھلواوی سے ملا فصیح الدین کو عطا کی گئی تھی اور یہ انعام و اکرام آپ کو فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف کی خدمت انجام دینے کے سبب ملا تھا۔

بادشاہ اورنگ زیب عالمگیری کی طرف سے جاری شاہی فرمان کا اصل فارسی متن یہ ہے:

”دریں وقت میمنت اقتزان فرمان والا شان واجب الاذعان صادر شد کہ یک روپیہ یومیہ از خزانہ بلدہ عظیم صوبہ بہار و یک صد و بست بیگھہ اراضی از پر گنہ پھلواوی مضافات صوبہ بہار در مدد معاش بصلائے تدوین فتاویٰ (فتاویٰ عالمگیری) بنام ملا فصیح الدین مقرر بود۔ الحال بمتعلقان ملا مذکور متوفی بلا قید آسامی دیدہ و دانستہ حسب الضمن مقرر شد۔“^(۳)

جناب عون احمد قادری اس فرمان کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

(۱)... عہد اورنگ زیب میں علما کی خدمات، ص: ۲۴۸، البلاغ، پبلشر، دہلی

(۲)... علمائے بہار کے علمی و دینی خدمات کا تحقیقی مطالعہ، ص: ۴۴۸، کلیہ معارف اسلامیہ، کراچی

(۳)... آثار پھلواوی شریف، حاشیہ ص: ۱۱۰ مطبوعہ پھلواوی

یہ فرمان ملا فیح الدین پھلواروی کے انتقال کے بعد (۱۱۱۹ھ) ۱۵ رجب دو شنبہ، ۱۱۲۰ھ میں تجدید کیا گیا تھا۔ ملا فیح الدین کے نام اورنگ زیب کا جو فرمان تھا، اس میں فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں ان کی شرکت کا ذکر تھا مگر وہ ضائع ہو گیا۔^(۱) سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے علاوہ ان کے فرزند شاہ عالم نے بھی ملا فیح الدین پھلواروی کے لیے وظیفہ مقرر کیا تھا۔

سید غلام حسنین پھلواروی اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

چنانچہ شاہ عالم اول فرزند و جانشین اورنگ زیب عالمگیر نے از روئے فرمان مجریہ ۱۱۲۰ھ ملا فیح الدین کے لیے وظیفہ مقرر کیا تھا جو از روئے پرواگی و بہ مہر ”اخلاص خان“ ملا صاحب موصوف کے فرزندوں کو ملا تھا۔ اس کی عبارت مندرجہ ذیل ملاحظہ ہو:

”ملا مذکور (ملا فیح الدین پھلواروی) شاگرد اخوند ملا عوض وجیہ متوطن قصبہ پھلواروی سرکار و صوبہ بہار فاضل و متوکل است۔ نیم روپیہ یومیہ و بست بیگھ زمین مدد معاش از سابق دارد و خرج وفائی کند امیدوار از تفضلات و یومیہ مسجد بہ آل قصبہ بنا کردہ جد مشار الیہ مقرر است۔ نیم روپیہ یومیہ بدستور اصل و بست بیگھ زمین مزروع اضافہ مرحمت شد و نیم روپیہ یومیہ مذکور دیدہ و دانستہ“

اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملا فیح الدین، شہنشاہ عالمگیر کے ہم عصر تھے اور فاضل متعارف تھے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ خاندان کئی پشت سے دربار شاہی سے متعلق تھا۔^(۲)

عقد نکاح - اولاد و احفاد:

ملا فیح الدین پھلواروی کی شادی شاہ محمد امین بن جنید ثانی قدس سرہ کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ ان میں سے چار صاحب زادے (۱) ملا صریح الدین (۲) ملا بیچ الدین (۳) ملا بیچ الدین (۴) ملا سلیم الدین اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔

فرزند مولوی صبیح الدین کی شادی اسی خاندان میں ہوئی۔ ان سے دو بیٹے مولوی سراج

(۱)... فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مولفین، ص: ۱۲۵، تاج کبیری، دہلی

(۲)... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۴۷ء، ص: ۲۹۷، جلد: ۵۹

الدین اور مولوی نصر الدین ہوئے۔ مولوی صبیح الدین اپنے والد کے بعد مسند تدریس پر بیٹھے اور بہت سے طالبینِ حق کو فائدہ پہنچایا۔^(۱)

آپ کے چاروں صاحبزادے علم و فضل کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ بالخصوص بڑے صاحب زادے ملا صبیح الدین پھلواری صحیح معنوں میں اپنے والد کے علمی و روحانی جانشین تھے۔ جناب عون احمد قادری لکھتے ہیں:

ملا صبیح الدین کے بڑے لڑکے ملا صبیح الدین ان کے بعد مسند تدریس پر بیٹھے اور بہت سے لوگوں نے ان سے علمی فیض حاصل کیا۔ ان کے بعد اس مسند پر ان کے بھانجے ملا مبین جعفری بیٹھے جو بیک واسطہ استاذ الکل ملا نظام الدین فرنگی محلی کے شاگرد تھے۔ ملا مبین کے بعد ملا صبیح الدین کی مسند درس کچھ دنوں خالی رہی۔ پھر ان کے بھائی ملا معین کے پوتے مولانا حافظ عبدالغنی اس پر جلوہ افروز ہوئے اور ساٹھ برس تک اس مسند پر درس دیتے رہے۔^(۲)

وصال پُر ملال:

ملا صبیح الدین جعفری پھلواری نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس، تعلیم و تلقین اور بندگانِ خدا کی ہدایت و رہنمائی میں بسر کی۔ حضرت امیر عطاء اللہ کی تعمیر کردہ سنگی مسجد سے متصل مدرسہ میں آپ درس دیا کرتے تھے اور تشنگانِ علوم ظاہر و باطن کو سیراب فرماتے تھے۔ افسوس کہ علم و حکمت اور فقہ و فتاویٰ کا یہ خورشید درخشاں پوری زندگی اپنی روشنی بکھیرنے کے بعد ۱۱۱۹ھ میں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حکیم سید شاہ محمد شعیب قادری محیی رقم طراز ہیں:

حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہ کی بنا کردہ مسجد (واقع پھلواری شریف) سے متعلق جو مدرسہ تھا، اس میں سب سے پہلے مدرس ملا صبیح الدین جعفری تھے۔ مسجد و مدرسہ کی تولیت آپ ہی کی ذمہ تھی۔ مسجد کے شمال جانب مدرسہ میں جو خانقاہ کے نام سے بھی مشہور تھا، آپ اس میں درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے چاروں صاحبزادگان (۱) ملا صبیح الدین (۲) ملا صبیح الدین (۳)

(۱) ...آثار پھلواری شریف، ص ۱۱۲

(۲) ...ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۴۷ء، ص ۲۹۵

ملاح الدین (۴) ملاح الدین اور داماد قاضی حیات و ملا غلام شرف الدین بن مولوی عبدالغفور جعفری آپ کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ بڑے بیٹے ملاح الدین آپ کی مسند درس پر بیٹھے اور بہت لوگوں نے آپ سے علمی فیض حاصل کیا۔ مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کا یہ حصہ برابر علما و فضلا کی درس گاہ رہی ہے۔ ملاح الدین نے ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی۔ بعد وصال مسجد کی پھلواری شریف کے شرقی جانب مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة الی یوم القیامة۔^(۱) مصنف تذکرہ علمائے بہار نے آپ کی تاریخ وفات ۱۱۹۱ھ لکھا ہے، جو سراسر غلط اور سہو کتابت کا نتیجہ ہے۔

اظہارِ افسوس:

راقم الحروف طفیل احمد مصباحی عفی عنہ ۲۳ مارچ ۲۰۱۶ء بروز بدھ کو جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، عظیم گڑھ، یوپی سے محب گرامی جناب مولانا ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی دام ظلہ العالی (ساکن سارٹھ، دیوگھر، جھارکھنڈ) کی معیت و رفاقت میں پٹنہ، بہار کے سفر کے لیے روانہ ہوا، یہ سفر ایک خالص علمی سفر تھا جو برسوں سے راقم کے دل میں مچلتے ارمان کا نتیجہ تھا۔ یعنی ایشیا کی عظیم ترین لائبریری ”خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری“ پٹنہ، بہار اپنے مطلوبہ مواد کے حصول کے لیے جانا ہوا۔ خدا بخش لائبریری کے علاوہ مندرجہ ذیل مقامات اور یہاں کی لائبریریوں سے استفادہ بھی پیش نظر تھا۔

(۱) خانقاہ منعمیہ قمریہ، میتن گھاٹ، پٹنہ۔ (۲) خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، بہار

(۳) خانقاہ رحمانیہ، مونگیر، بہار۔ (۴) آستانہ بیت الانوار، گیا، بہار۔

قلت وقت کی وجہ سے آخر الذکر دونوں مقامات کی حاضری نہ ہو سکی۔ سب سے زیادہ استفادہ خانقاہ منعمیہ قمریہ، میتن گھاٹ، پٹنہ، کی لائبریری سے کیا۔ ”منعمیہ لائبریری“ پٹنہ بہار کی ایک عظیم لائبریری ہے، جہاں جدید و قدیم کتب و رسائل کے علاوہ نادر و نایاب مخطوطات و قلمی نسخہ جات کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ خانقاہ اور لائبریری کے روح رواں بہار کی

(۱) ...آثار پھلواری شریف، ص: ۱۱۰، مطبوعہ پھلواری

مشہور علمی و ادبی شخصیت جناب پروفیسر سید شمیم الدین احمد نعمی دام ظلہ العالی ہیں۔ آپ نے احقر کی ضیافت اور مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا اور اپنی گراں قدر لائبریری سے خوب خوب فائدہ اٹھانے کا سنہرا موقع عنایت کیا۔ موصوف کی علمی، ادبی، تحقیقی اور جمالیاتی ذوق سے فقیر بہت متاثر ہوا۔ تاریخ، تحقیق اور خطابت کے میدان کے آپ شہ سوار ہیں۔ کسی بھی علمی، تاریخی موضوع پر مسلسل اور بے ضعف زبان کے روانی کے ساتھ بولے چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے آپ کے علم و عمل اور اقبال میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

مشائخ پھلواری بالخصوص ملا فصیح الدین پھلواری علیہم الرحمہ کے مزارات کی زیارت اور فاتحہ خوانی کے غرض سے ۲۹ / مارچ ۲۰۱۶ء کو پھلواری شریف جانا ہوا۔ مشائخ پھلواری کے مزارات کی زیارت اور فاتحہ خوانی سے مشرف ہوا۔ شہر خموشاں کے اس ہجوم میں ملا فصیح الدین پھلواری کا روضہ اقدس نظر نہیں آیا۔ امارت شرعیہ، پھلواری کے ایک مولوی صاحب سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کی قبر ”سنگی مسجد“ کے قریب ہے۔ بذریعہ رکشا، سنگی مسجد (پھلواری کی جامع مسجد) پہنچا۔ یہ وہی مسجد ہے جسے ملا فصیح الدین کے مورث اعلیٰ امیر عطاء اللہ جعفری نے بنوایا تھا۔ یہ مسجد حسن و دلکشی، تزئین و آرائش اور قدیم طرز تعمیر کا ایک حسین اور جاذب نظر نمونہ ہے۔ مسجد دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ ظہر کی نماز اسی مسجد میں ادا کی۔ لیکن افسوس صد افسوس! مسلسل ایک گھنٹہ کی تلاش و جستجو اور لوگوں سے دریافت کرنے کے باوجود ملا فصیح الدین کی قبر پاک کا علم نہ ہو سکا۔ مسجد سے متصل قبرستان میں فاتحہ پڑھنے اور ملا موصوف کی روح کو ایصال ثواب کرنے کے بعد بڑی حسرت و یاس کے عالم میں پھلواری سے واپس ہوا۔

فارسی منقبت در شان ملا فصیح الدین پھلواری:

ملا فصیح الدین جعفری پھلواری کی شان میں لکھی ہوئی مولوی امان علی ترقی پھلواری کی ایک شان دار فارسی منقبت کتاب آثار پھلواری شریف سے ہدیہ قارئین ہے:

فصیح الدین نامی عالمے بود وجود او سراپا بود محمود
بعلم و باعمل مشہور آفاق سرو سر حلقہ مبرور آفاق

تبحر بسکہ او در علم می داشت
عوض ابن وجیہ استاد او بود
مرید خاندان نقشبندی
براہ فقر بس ثابت قدم بود
مقری داشت دیسے چند آباد
زانعامات عالم گیر عادل
زاسباب معیشت ہرچہ باید
بقلواری کہ ہست از علم معدن
دراں جا مسجدے پاکیزہ بنیاد
زسنگ سرخ گردیدہ مؤسس
چنیں مسجد کہ برووئے زمین است
زہجرت نہ صد و پنجاہ و شش بود
بشرق مسجد پاک است وقع
شمالش بود یک دالان خشتی
برائے طالبان علم آنجا
بے از طالبان علم بودند
زماکولات و مشروبات و پوشاک

علم بر لامکاں از علم افراشت
بدہلی اکتساب علم فرمود
مبرا خاطر از چوں و چندی
بکس دل را نہ بستہ غیر معبود
زرش را صرف کر دے بادل شاد
فراغ خاطر اوکشت حاصل
قلم اندر حسابش در نیاید
زاجدادش قدیمی بود مسکن
بناکردست چابک دست استاد
توگوئی ہشت چوں بیت مقدس
یقین می داں کہ بیت اللہ ایں است
کہ تعمیرش عطاء اللہ فرمود
مزار عالیش ساطع ولا مع
بہ پیش او نخل قصر بہشتی
مکانہائے دگر ہم بود زیبا
کہ کسب علم از وے می نمودند
نمودے خدمت شان عالم پاک

دراں دالان نشستے بہر تدریس
کتب بہا دہ باشان ہم چوں ادریس

(ماخوذ از: آثار پهلوانی، ص: ۱۱۱، ۱۱۲)

ملا محمد شفیع عثمانی گیاوی

کسی بھی مقام کی عظمت کا اندازہ اس کی تاریخی قدامت اور اس کی علمی، مذہبی حیثیت سے لگایا جاتا ہے۔ ضلع گیا، صوبہ بہار کا ایک مردم خیز اور علمی و روحانی شہر ہے، جو اپنے اندر تاریخی قدامت کے ساتھ علمی، ادبی، مذہبی اور مرکزی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ اس شہر کو سینکڑوں علما و مشائخ، ادبا و شعرا اور محققین و مفکرین کا مسکن بننے کا شرف حاصل ہے۔ مسلم علما و مشائخ کی بدولت اسے شہرت و مقبولیت حاصل ہونے کے علاوہ اس کی بنیادی شہرت اور قدرو منزلت کا سبب ”گوتم بدھ“ کی ذات ہے۔ جنہیں بدھ دھرم کے مطابق اسی گیا کی سر زمین پر گیان یعنی ”عرفان حق“ حاصل ہوا تھا۔ ملک و بیرون ملک سے زائرین یہاں آتے ہیں اور اپنی عقیدت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ہندوستان کی مشہور یونیورسٹی ”مگدھ یونیورسٹی“ بھی اس کی شہرت کا ایک سبب ہے۔ ضلع گیا زمانہ قدیم سے علم و حکمت اور عرفان و روحانیت کے لیے مشہور رہا ہے۔ شہر گیا کے لیے جو سب سے زیادہ فخر و مباہات کی بات ہو سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانے میں ”فتاویٰ عالمگیری“ کے نام سے جو عظیم فقہی کتاب ہندوستان کے جید و منتخب علما و فقہانے مرتب و مدون فرمایا، اس کے مولفین میں شہر گیا کے ایک دو نہیں بلکہ چار چار نادر روزگار علما و فضلا شریک تھے۔ پورے ہندوستان میں یہ خصوصیت اور اعزاز و افتخار صرف جون پور اور گیا کو حاصل ہے کہ بیک وقت اس کے چار چار جیالوں نے اس مایہ ناز کتاب کی ترتیب و تالیف میں حصہ لیا۔ شعرو ادب کے آسمان میں ضلع گیا کے سینکڑوں ادبا و شعرا ماہ و نجوم بن کر چمکے اور آج بھی چمک رہے ہیں۔ شہر گیا کے علمی و روحانی خاندانوں میں دیورہ اور امتھوا مشہور و معروف خاندان ہیں، جن میں ارباب شریعت و طریقت کثرت سے پیدا ہوئے۔ ضلع بھاگل پور (جو راقم الحروف طفیل احمد مصباحی کا وطن مالوف ہے) کے بلند پایہ بزرگ سلطان العارفین شیخ شہباز محمد بھاگل پوری رحمۃ اللہ علیہ کا نسبی اور وطنی تعلق سادات دیورہ، گیا سے ہے۔ اسی طرح گیا کا نامی گرامی اور مقتدر علمی و

روحانی خانوادہ قصبہ امتھوا ہے، جو اپنی علمی و جاہت اور روحانی شوکت و اقتدار کے سبب ”حضرت“ کے خطاب سے یاد کیا جاتا رہا اور شاہی فرامین میں اسے ”حضرت امتھوا“ لکھا گیا۔ مولانا سید ظہیر الشرف صاحب امتھوی لکھتے ہیں:

جہان آباد (موجودہ گیا) اسٹیشن سے سات میل جانب مشرق ”امتھوا“ نام سے ایک قدیم آبادی ہے جو بڑے بڑے علما و فضلا کا مسکن رہی ہے۔ اس امر کا اب تک کوئی ثبوت نہیں مل سکا کہ یہ آبادی کس وقت سے قائم ہے اور یہاں مسلمانوں کا قدم کب پہنچا؟ لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ یہ جگہ مسلمانوں کو بڑی جاں باز یوں اور سرفروشیوں سے حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ اس علاقہ میں شہداء کے مزارات بکثرت ہیں اور ان میں سے اکثر اکابر علما و صوفیا ہیں۔ تاہم شیر شاہ سوری کے عہد کے ایک سنگی کتبہ سے یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ چار سو، یا سو اچار سو برس سے بھی پیش تر مسلمان یہاں آباد ہو چکے تھے۔ یہ مردم خیز خطہ اپنے فضائل و کمالات، علوم ظاہری و باطنی کے باعث سلاطین ہند کی توجہ کا مرکز رہا۔ چنانچہ امتھوا کو ”حضرت“ کا خطاب ملا اور شاہی فرامین میں اسے ”حضرت امتھوا“ لکھا گیا۔ اس علمی خانوادہ کے اکابر علما و صوفیا نے کم و بیش ساڑھے تین سو برس علمی خدمات انجام دی ہیں اور جس خانوادے کے چار چار عمو و فضلا ”فتاویٰ عالمگیری“ جیسی مستند اور مشہور فقہی کتاب کی جمع و تالیف میں شریک رہے ہیں اور جس کے بعض افراد موجودہ عہد (۱۹۳۶ء) تک دنیائے علم میں ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں۔^(۱)

ولادت اور تعلیم و تربیت:

جامع علوم و فنون، مجموعہ محاسن حضرت ملا محمد شفیع عثمانی گیاروی علیہ الرحمۃ ضلع جہان آباد (موجودہ گیا) بہار کے نہایت مشہور و ممتاز علمی خطہ ”امتھوا“ میں پیدا ہوئے۔ آپ عہد اورنگ زیب عالم گیر کے ایک جید اور ممتاز عالم دین تھے۔ مروجہ علوم و فنون میں مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے۔ علوم و فنون میں مہارت کے سبب ”مولوی معنوی“ کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ فقہ وافتا کے رموز و اسرار پر گہری نظر تھی اور عہدہ قضا کے ایک بلند پایہ قاضی و مفتی تھے۔ آپ کے درس تدریس کی بڑی شہرت تھی۔ دور دراز مقامات سے تشنگان علوم آپ کی درگاہ میں حاضری

(۱) ... ماہنامہ معارف، عظیم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص: ۷۸-۷۷

دیتے اور اپنی علمی و روحانی تشنگی بجھاتے۔ شہنشاہ ہند اور نگ زیب عالم گیر جیسے ماہر علم و فن آپ کے علمی فیضان سے مالا مال ہوتے اور وقت ضرورت استصواب رائے کرتے۔ موضع امتھوا کی مسجد سے متصل حجرے میں بیٹھ کر طلبہ علوم اسلامیہ کو علم و حکمت کا جام بھر بھر کر پلاتے۔ مغل شہزادگان کی اتالیقی و معلمی کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ شیخ ابراہیم بن شیخ عبدالباری مراد آبادی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت و خلافت حاصل تھی۔

ذیل کے یہ دو اقتباس ملاحظہ کریں:

(۱) مولانا محمد شفیع عثمانی گیاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جید عالم دین اور ماہر خوش نویس تھے۔ اسناد سلاطین اور فرامین شاہی میں آپ کو ”مولوی معنوی“ جیسے خطاب سے مخاطب کیا گیا۔ آپ بحیثیت معلم و اتالیق دربار دہلی سے بھی منسلک رہے اور عہدہ قضا پر بھی فائز کیے گئے۔ آپ کا مشغلہ درس و تدریس تھا۔ مسجد سے متصل ایک حجرہ میں بیٹھ کر طلبہ کو عربی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ آپ کو بیعت و خلافت حضرت شیخ ابراہیم بن شیخ عبدالباری مراد آبادی سے سلسلہ قادریہ میں حاصل تھی۔^(۱)

(۲) حضرت مولانا محمد شفیع عہد عالم گیر میں بڑے پایہ اور بلند رتبہ کے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کا علم و فضل خاص و عام میں مشہور تھا۔ بادشاہ عالم گیر (اورنگ زیب) کو آپ سے خاص عقیدت تھی۔ خود شانہزادگان والا تبار شرف قدم بوسی کے لیے آپ کے آستانے پر حاضر ہوتے تھے۔^(۲)

شجرہ نسب:

مولانا محمد شفیع عثمانی گیاوی جدی سلسلہ نسب کے اعتبار سے ”شیخ عثمانی“ ہیں اور نانہالی رشتے سے آپ ”حسنی و حسینی سید“ ہیں۔ نانہالی رشتے سے آپ کا سلسلہ نسب گیارہویں پشت میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقار جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ البتہ علوم باطنی اور سلوک و طریقت کی تعلیم اپنے ماموں ملک العلماء، سلطان العرفاء حضرت میران محی الدین قلندر قادری رحمۃ اللہ علیہ

(۱) ... شرفا کی نگری یعنی تذکرہ صوفیہ بہار، ۹۳/۲، نظامی الیڈمی، کراچی

(۲) ... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۰

سے حاصل کی۔ ممکن ہے کہ آپ نے ان سے علوم ظاہری میں بھی استفادہ کیا ہو۔ ملا شفیع عثمانی گیاوی کی فکر و شخصیت کو نکھارنے اور انھیں مجموعہ فضائل و کمالات بنانے میں آپ کے ماموں شیخ محی الدین قلندر کا بہت بڑا ہاتھ تھا، جو اپنے وقت کے مشہور عالم و صوفی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ملا شفیع گیاوی رحمۃ اللہ علیہ جہاں اپنے وقت کے عظیم المرتبت عالم و فاضل اور مفتی و قاضی تھے، وہیں ایک بلند رتبہ کے مالک شیخ طریقت، عارفِ کامل اور صاحبِ تصرف و کرامت بزرگ بھی تھے۔^(۱)

خاندانی حالات:

ملا محمد شفیع عثمانی گیاوی کے جدِ اعلیٰ خواجہ محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ولی کامل، صوفی مرتاض اور مشہور عابد و زاہد تھے۔ خواجہ محمود، حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ بغداد کے رہنے والے تھے، بغداد سے غزنی تشریف لائے۔ بعد ازاں سرہند اور دہلی کی سیر کرتے ہوئے صوبہ بہار وارد ہوئے اور موضع جگن بیگھ نزد کاگو، جہاں آباد (گیا، بہار) میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ کی اولاد میں بڑے بڑے علما و فضلا اور صلحا و مشائخ پیدا ہوئے۔ آپ کی اولاد و احفاد میں سے بعض نے سرہند اور بعض نے دہلی میں مستقل بود و باش اختیار کر لی۔ بعد میں یہ خاندان جگن بیگھ سے امتھوا، جہاں آباد (موجودہ گیا، بہار) منتقل ہو گئے۔ ملا محمد شفیع عثمانی جہاں آبادی ثم گیاوی، خواجہ محمود غزنوی کے خاندان کے ایک باکمال فرد، معزز چشم و چراغ اور اپنے خاندان کی علمی و روحانی روایات کے سچے نشین تھے۔ آپ کی بدولت اس خاندان کو بڑی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی اور آپ کے وطن مالوف ”امتھوا“ کو ”حضرت امتھوا“ بننے کا اعزاز و افتخار نصیب ہوا۔

شجرۃ الاصل النورانیہ، فارسی زبان میں ایک اہم سوانحی کتاب ہے جس میں ملا شفیع کے علاوہ آپ کے آباء و اجداد اور دیگر خاندانی مشائخ و افراد کا تذکرہ موجود ہے۔

ذیل کا اقتباس ملاحظہ کریں:

بہ تحقیق پیوستہ کہ حضرت ایشاں (خواجہ محمود غزنوی) از حضرت بغداد بہ غزنی نزول

(۱)۔۔۔ تذکرہ صوفیہ بہار، جلد دوم، ص: ۲۸۳، نظامی اکیڈمی، کراچی۔

فرمودند و از آل جا بسر ہند و از آل جابدہلی و از آل جابہ حضرت بہار نمودند کہ بعضے از ایشان در سر ہند اقامت دارند و بعضے در دہلی۔ چنانچہ مسجد کلانی معروف بہ ”کالی مسجد“ کہ در دہلی الی یو منا ہذا بدروازہ ترکمان واقع است، بنا کردہ بزرگان ایں خاندان است۔^(۱)

ملا شفیع عثمانی کے والد بزرگ وار شیخ محمد شریف بڑے عابد و زاہد اور نیک سیرت انسان تھے۔ ولایت اور روحانیت میں اپنے جد اعلیٰ خواجہ محمود غزنوی کے عکس جمیل تھے۔ ملا شفیع کا شجرہ نسب سات واسطوں سے خواجہ محمود غزنوی (خالہ زاد بھائی بندہ نواز گیسو دراز) تک پہنچتا ہے، جو حسب ذیل ہے:

محمد شفیع بن شریف محمد خواجہ تاج الدین بن خواجہ حسن بن خواجہ بڑے صوفی بن خواجہ بایزید بن خواجہ احمد بن خواجہ محمود غزنوی عثمانی علیہم الرحمہ۔^(۲)
سید محمد طہ اشرف امتھوی لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ محمود غزنوی کا سلسلہ نسب خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ چنانچہ فرمان شاہی کی پشت پر آپ کو ”شیخ عثمانی“ لکھا گیا ہے۔ لیکن ازدواجی تعلقات حضرت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اجمیری، حضرت نظام الدین اولیا اور حضرت سیدنا عبدالقادر رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین سے ملتا ہے۔^(۳)

شیخ شریف محمد (والد ملا شفیع عثمانی گیاوی) کے تین صاحب زادگان تھے۔

(۱) شیخ محمد رضا (۲) پیر محمد متوکل (۳) ملا محمد شفیع (یکے از مولفین فتاویٰ عالمگیری)^(۴)
ملا شفیع کے صاحب زادے قاضی بدیع الزماں بڑے پایہ کے عالم اور جلیل القدر فاضل و مفتی تھے اور علمی جاہ و جلال میں اپنے والد کے جانشین تھے۔ (ان کا تذکرہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں)۔

ماضی قریب کے مشہور ادیب و نقاد اور اپنی جارحانہ و بے لاگ تنقید سے ایوان ادب

(۱) ... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۱

(۲) ... شرفاکی نگری/تذکرہ صوفیہ بہار، ۹۴/۲، نظامی اکیڈمی، کراچی

(۳) ... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۲

(۴) ... تذکرہ صوفیہ، بہار، ۹۴/۲، نظامی اکیڈمی، کراچی۔

میں بھونچال پیدا کرنے والی شخصیت پروفیسر کلیم الدین احمد خاندان ملا شفیع کے ایک عظیم محقق اور نامور ادیب و نقاد تھے۔

غرض کہ خواجہ محمود غزنوی اور ملا شفیع عثمانی کا خانوادہ صوبہ بہار کا ایک قدیم اور مشہور علمی خانوادہ ہے، جس کے علما و فضلا اور ادبا و محققین نے ہر دور میں دین و مذہب اور علوم و فنون کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری کے مولفین میں ملا شفیع عثمانی گیاوی، مولانا سید محمد فائق، ملا وجیہ الرب اور ملا محمد اکرام قدس سرہم ضلع گیا، بہار کے نام قیامت تک زندہ و تابندہ رہیں گے اور لوگوں کو اپنی عظمت و رفعت اور قدر و منزلت کا احساس دلاتے رہیں گے۔

شہابی دربار سے مولوی معنوی کا خطاب:

ملا محمد شفیع عثمانی گیاوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی پایہ بہت بلند تھا۔ آپ عہد اورنگ زیب عالمگیر کے جامع شریعت و طریقت عالم دین تھے۔ تصوف و روحانیت میں درجہ کمال پر فائز تھے۔ صحیح معنوں میں جن مایہ ناز اور فخر روزگار شخصیات کو ”مجمع البحرین“ کہا جاتا ہے، ملا شفیع ان میں سے ایک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہان وقت آپ کی علمی و روحانی عظمتوں کے قائل اور آپ کے مداح و شیدائے تھے۔ بادشاہ اورنگ زیب کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ علاوہ ازیں آپ کے صاحب زادگان شرف قدم بوسی کے لیے ان کی بارگاہ میں عقیدت و احترام کے ساتھ حاضری دیتے اور آپ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے۔ آپ کے علم و ولایت کا ہر طرف شہرہ تھا۔ آپ کی علمی وجاہت اور عظمت و روحانیت کا ایک جہاں معترف ہے۔

شجرۃ الاصل النورانیہ میں ہے کہ:

مولانا مہ (محمد شفیع) اشتهار عالم دارند۔ بادشاہ عالم گیر (اورنگ زیب) رجوع با اوداشت و فرزند ان وے برائے زیارت وے رسیدہ بودند۔^(۱)
یعنی ملا محمد شفیع عالمی شہرت رکھتے تھے اور بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر دینی و دنیاوی امور میں ان کے جانب رجوع کرتے تھے۔

(۱) ... ماہنامہ معارف، عظیم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۱

سید محمد طہ اشرف امٹھوی کے بقول:

مولانا محمد شفیع عہدِ عالمگیری کے ممتاز اور باصفا عالم تھے۔ عالم گیر کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ اکثر شاہ زادگان بھی فیض و برکت کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔^(۱) آپ کی علمی عظمت اور کمالِ روحانیت کا اعتراف کرتے ہوئے شاہانِ وقت نے آپ کو ”مولوی معنوی“ جیسے معزز خطاب سے نوازا۔ آپ نے طویل عمر پائی۔ متعدد بادشاہوں کا عہد پایا۔ شہنشاہ اورنگ زیب کے علاوہ دیگر سلاطین وقت بھی آپ کے بڑے قدرداں اور آپ کے فضائل و محاسن کے معترف تھے۔ ایک شاہی فرمان جس پر مختلف بادشاہوں کی تیرہ مہر ہیں، یہ عبارت درج ذیل ہے:

بدستور قدیم ممنوعہ علاق درگاہ... حضرت فضیلت و کمالات دستگان ”مولوی معنوی“ ملا محمد شفیع سلمہ اللہ تعالیٰ۔^(۲)

فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں شمولیت :

ملا محمد شفیع عثمانی گیاروی علیہ الرحمۃ کی ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین و تالیف میں شرکت، مستند تاریخی دستاویز سے ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کو مؤلفینِ فتاویٰ عالمگیری میں شمار کیا ہے اور مجلس تدوین کے ایک اہم رکن کی حیثیت سے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ کتاب ”شجرۃ الاصل النورانیہ“ اس سلسلے میں پہلی کتاب ہے جس میں ملا موصوف کے فضائل و مناقب، علمی کمالات، روحانی مراتب کے علاوہ مؤلفینِ فتاویٰ عالمگیری کی حیثیت سے آپ کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب آج سے ایک سو پچیس سال قبل فارسی زبان میں لکھی گئی تھی۔ اس کا قلمی نسخہ آج تک ملا شفیع کے خاندان میں موجود ہے۔

اسی کتاب کی روشنی میں جناب مولانا سید محمد طہ اشرف امٹھوی (گیاروی) نے ایک مبسوط تحقیقی مقالہ قلم بند فرمایا اور ”ماہنامہ معارف“ اعظم گڑھ کے شمارہ اپریل و مئی ۱۹۳۶ء میں شائع کروایا۔ مولوی مجیب اللہ ندوی نے اسی مقالے کو قدرے حذف و تصرف کے ساتھ

(۱)... فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مؤلفین: ص: ۱۱۷، تاج کمپنی، دہلی

(۲)... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۵

اپنی کتاب ”فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مؤلفین“ میں شامل کیا ہے۔
جناب مولانا سید محمد طہ اشرف کے مقالے کا وہ حصہ جو موضوع سے متعلق ہے، ہدیہ قارئین ہے:

حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر غازی نے آپ کی قدر و منزلت میں مختلف فرامین کے ذریعہ آپ کے خانقاہ اور مدرسہ کے خرچ کے لیے بڑی جاگیریں عنایت فرمائیں، اور ایک چھوٹی سی مسجد اور اس سے ملحق ایک چھوٹا سا حجرہ آپ کی عبادت کے لیے تعمیر کر دیا تھا جواب تک موجود ہے، اگرچہ تباہ حال ہے۔

آپ کی تصانیف سے کوئی چیز موجود نہیں، زمانے کی دست برد نے آپ کی اور اس خاندان کے دیگر علماء و فضلا کی تصنیفات اور دوسرے قیمتی نوادر کو ضائع کر دیا، صرف آپ کا ایک زندہ و جاوید علمی کارنامہ آپ کے علم و کمال کی یادگار کہا جاسکتا ہے اور وہ ”فتاویٰ عالمگیری“ کی جمع و تالیف میں آپ کی شرکت ہے۔

حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے جمع و تالیف فتاویٰ عالمگیری میں آپ کی خدمات بھی حاصل کی تھیں۔ پہلے ایک روپیہ بارہ آنہ یومیہ وظیفہ مقرر تھا پھر یومیہ وظیفہ کے عوض ایک سو تین بیگھہ اراضی پر گنہ اوکری میں عطا ہوئی جس کی سند شاہی موجود ہے اور جس کی پشت پر تفصیل سے ان باتوں کا ذکر ہے اور یہ جائداد بھی اب تک آپ کے خاندان میں بفضلہ تعالیٰ موجود ہے۔^(۱)

سید قیام الدین نظامی فردوسی نے اپنی مایہ ناز تصنیف ”شرفا کی نگری معروف بہ تذکرہ صوفیہ بہار“ میں ملا محمد شفیع عثمانی گیاوی علیہ الرحمۃ کے علاوہ صوبہ بہار کے مندرجہ ذیل سات علماء و فقہا کا تذکرہ کیا ہے، جو فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں شریک رہے اور اپنی گراں قدر خدمات پیش کیں۔

چنانچہ سید قیام الدین فردوسی لکھتے ہیں:
جب سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر نے ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تالیف و تدوین

(۱) ... ماہنامہ معارف، عظیم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۵/۲۸۶

کا قصد کیا تو ملک کے طول و عرض سے بڑے بڑے علمائے وقت کو دعوت دے کر دہلی طلب کیا۔ یہ ایک بڑا دینی اور تاریخی اہمیت کا حامل کام تھا، جس کو اورنگ زیب عالمگیر جیسے اسلام پسند سلطان نے اپنے دورانِ حکمرانی میں مکمل کرایا۔ اس کو ”فتاویٰ عالمگیری“ اور ”فتاویٰ ہندیہ“ بھی کہتے ہیں۔ اس کتاب کو برصغیر کے جید علمائے وقت کی ایک کمیٹی نے باہمی مشاورت اور اجتماعی کوششوں سے مرتب کیا۔ اس کام کے لیے صوبہ بہار سے بھی علما کی ایک بڑی جماعت کو دہلی بلایا گیا۔ جن میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

- | | |
|--------------------------|----------------------------|
| (۱) ملا محمد شفیع عثمانی | ساکن موضع امتھوا، ضلع، گیا |
| (۲) مولانا نظام الدین | ساکن موضع امتھوا، ضلع، گیا |
| (۳) ملا سید محمد فائق | ساکن موضع امتھوا، ضلع، گیا |
| (۴) مولانا عنایت اللہ | ساکن ضلع مونگیر |
| (۵) مولانا شیخ رضی الدین | ساکن ضلع بھاگل پور |
| (۶) ملا فیض الدین جعفری | ساکن پھلواری، پٹنہ |
| (۷) ملا محمد اکرم بہاری | |

ملا شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جید عالم اور ماہر خوش نویس تھے۔ اسنادِ سلاطین اور فرمانِ شاہی میں آپ کو ”مولوی معنوی“ جیسے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔ آپ بحیثیت معلم و اتالیق دربار دہلی سے منسلک رہے۔ اور عہدہ قضا پر بھی فائز کیے گئے۔ آپ کا مشغلہ درس و تدریس تھا۔ موضع امتھوا کی مسجد سے متصل ایک حجرہ میں طلبہ کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ آپ کو بیعت و خلافت حضرت شیخ ابراہیم بن شیخ عبدالباری مراد آبادی سے سلسلہ قادریہ میں تھے۔ چونکہ شاہانِ مغلیہ کو مولوی معنوی حضرت مولانا محمد شفیع سے خاص عقیدت تھی، اس لیے شاہ زادگان آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے عہدِ حکومت کے گیارہویں سال میں تالیف و تدوین اور جمع فتاویٰ عالمگیری کے لیے علما کی جو کمیٹی بنائی گئی تھی اس میں آپ بھی شامل تھے۔^(۱)

(۱) ... شرفاکی نگری/ تذکرہ صوفیہ بہار، ۹۳/۲، نظامی اکیڈمی، کراچی

ڈاکٹر علاء الدین خان لکھتے ہیں:

مولانا محمد شفیع کا شمار عہد عالمگیری کے ممتاز علما میں ہوتا تھا۔ یہ دربار شاہی میں معلم اور اتالیق تھے اور جب فتاویٰ عالمگیری کا کام شروع ہوا تو ان کی خدمات بھی حاصل کی گئیں اور ایک روپیہ بارہ آنے کی میہ وظیفہ مقرر ہوا۔ پھر یومیہ وظیفہ کے بجائے ۱۲۰ روپیہ اراضی پر گنہ اوکرتی میں دے دی گئی۔ ان کی پیدائش کے متعلق تذکروں میں کچھ نہیں ملتا۔ تعلیم و تربیت سے متعلق بھی کوئی جائزہ نہیں مل سکی۔ البتہ باطنی علوم و معارف کی تکمیل اپنے ماموں حضرت پیران پیر محی الدین قلندری کی خدمت میں کی۔ ایک شاہی فرمان کے مطابق آپ کو ”فتاویٰ عالمگیری“ میں شرکت کے لیے وظیفہ اور اراضی دی گئی۔^(۱)

ملا محمد شفیع گیاوی، ایک صاحب تصرف و کرامات بزرگ:

مؤلف فتاویٰ عالمگیری ملا محمد شفیع عثمانی گیاوی رحمۃ اللہ علیہ جتنے بڑے عالم و فاضل اور مفتی و فقیہ تھے، اتنے ہی بڑے عابد و زاہد، ولی کامل اور صاحب تصرف و کرامات بزرگ بھی تھے۔ آپ کی علیت و ولایت میں کوئی کلام نہیں۔ مولوی معنوی اور مخدوم جیسے بھاری بھر کم خطاب والقباب سے آپ کو یاد کیا گیا ہے۔

”شجرۃ الاصل النورانیہ“ میں آپ کے روحانی کمالات، کرامات ظاہرہ اور تصرفات باہرہ سے متعلق مختصر مگر جامع انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

چنانچہ صاحب شجرۃ الاصل النورانیہ لکھتے ہیں:

بدعوت اوکرامت عجیبہ ظاہر گردیدہ و کرامات ظاہرہ و تصرفات باہرہ اوکہ ایں زماں دیدہ،
اظہر من الشمس ہستند۔ چہ حاجت کے مدحت وے کنم، کورچشمان راہم نصیبہ از افادۂ عام
وے حاصل است، مگر عقیدہ شرط است۔ منکران بدبختان را از مخدوم جہاں چہ عقیدہ است کہ
نصیبہ آل حضرت حاصل باشد۔^(۲)

آپ کی دعا سے عجیب و غریب کرامتوں کا صدور ہوتا، آپ کی کرامات ظاہرہ اور تصرفات

(۱) ... عہد اور نگ زیب میں علما کی خدمات، ص: ۲۵، ناشر: البلاغ پبلیکیشنز، دہلی

(۲) ... بحوالہ ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۱، جلد: ۳۷

باہرہ جن کا مشاہدہ اس دور میں کیا گیا ہے، بالکل جگ ظاہر اور انظر من الشمس ہیں۔ میری کیا مجال اور اس کی کیا ضرورت کہ آپ کی تعریف و توصیف کریں۔ حال یہ ہے کہ کور چشم اور کم نظر افراد کو بھی آپ کے فیوض و برکات سے حصہ ملا ہے۔ عقیدہ و عقیدت شرط ہے اولیاء اللہ اور ان کی کرامتوں کے منکر بد بختوں کو جب حضرت مخدوم جہاں (مراد ملا محمد شفیع گیاوی) سے عقیدت و ارادت ہی نہیں انھیں حضرت کے فیوض و برکات سے کیا خاک حصہ ملے گا۔ مندرجہ بالا اقتباس کی سطر سطر سے آپ کی کرامت و روحانیت اور تصرف پر روشنی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے آپ کے فیوض و برکات سے اس گنہگار فقیر طفیل غنی عنہ کو بھی مالا مال فرمائے۔ آمین۔

وفاتِ حسرت آیات:

آپ کی پوری زندگی درس و تدریس، عبادت و ریاضت اور بندگانِ خدا کی ہدایت و رہنمائی میں گزری اور اپنی زندگی کی ایک سو سے زائد بہاریں دیکھ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔
انا لله وانا الیہ راجعون۔

آپ نے بڑی لمبی عمر پائی، ۱۰۸۴ھ تک بقید حیات تھے۔ سن ولادت کی طرح آپ کے سن وفات کا ذکر بھی تذکرہ و سوانح کی کسی کتاب میں نہیں ملتا۔
مولوی مجیب اللہ لکھتے ہیں:

سن وفات کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملتی۔ ملا شفیع کے خاندان والے ان کے سالانہ عرس کی جو رسم ادا کرتے ہیں، اس سے اتنا پتا چلتا ہے کہ ان کی تاریخ وفات ۱۱ شوال ہے۔ ملفوظاتِ گنجِ رشیدی اور سند شاہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ سو سال سے زائد عمر پائی اور ۱۰۸۴ھ تک زندہ رہے۔^(۱)

مولانا سید طاہر اشرف امٹھوی اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

آپ کا سنہ وفات اور سنہ ولادت بھی معلوم نہیں، لیکن مشہور عالم و صوفی و شاعر مولانا عبد العظیم صاحب آسی گورکھ پوری حضرت مولانا شاہ ظہور الحسن صاحب قادری علیہ الرحمۃ کے وقت

(۱)... فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مؤلفین، ص: ۱۱۹

میں یہاں آئے تھے۔ تو مزار مبارک پر بھی حاضری دی اور دیر تک مراقبہ میں رہے۔ وہ آپ کے علو مرتبت کا حال پہلے سے جانتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے خاندانی سفینہ ”ملفوظات گنج رشیدی“ کے حوالہ سے کچھ تذکرہ لکھوا دیا جو درج ذیل ہے:

”ملفوظ، ملا محمد شفیع ساکن امتھوا کہ عمر یک صد و یک سالہ داشتہ اند، در شادی میر مہدی پسر حضرت میر محمد باقر پٹنوی قدس سرہ و حضرت پیر و دست گیر تشریف بردہ بودند، بحضور پیر دستگیر یعنی حضرت قطب عالم ابی الکشف بدرالحق قدس سرہ گفتند کہ فقیرے صاحب کماں نزد قطب الاقطاب یعنی حضرت قطب عالم و حضرت ابی الکشف بدرالحق آمدہ بود و گفت از شما خدا خواہد پرسید کہ ازین جہاں چٹخہ آور دید، چہ خواہید گفت، اول قطب الاقطاب گریہ بسیار نمود، بعد از آن فرمود، است ارشد را خواہم گرفت و پیش خدا خواہم برد کہ ہمیں را آورده ام، سبحان اللہ ملا حظہ باید نمود کہ پیر و مرشد وے در حق وے چنین فرمودہ۔“

عبارت اگرچہ خبط ہے، اور کوئی مضمون صاف سمجھ میں نہیں آتا لیکن یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے ایک سو سال سے بھی زیادہ عمر پائی اور یہی تواتر اور توارث سے منقول ہے اور فرامین شاہی اور جمع و تطبیق سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

آپ کی تاریخ وفات گیارہ شوال المکرم ہے، کیوں کہ زمانہ قدیم سے اسی تاریخ میں آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔

اس کے متعلق یہ روایت چلی آتی ہے کہ آپ دربار شاہی میں معلم اور اتالیق کی حیثیت سے تھے لیکن اس کا کوئی تحریری ثبوت نہیں ملتا۔ آپ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ایک سفینہ ہے، جس میں آپ نے ”سفینۃ الاولیا“ سے کچھ نوٹ کرنے کے بعد لکھا ہے: کہ منقول از سفینۃ الاولیا، داراشکوہ پادشاہ زادہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دربار شاہی سے کوئی تعلق رہا ہو۔^(۱)

(۱) ... ماہنامہ معارف، عظیم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۳/۲۸۴

ملا سید محمد فائق امٹھوی گیاوی

”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین و تالیف میں ملا محمد شفیع عثمانی کے علاوہ صوبہ بہار، ضلع کے گیا کے مزید تین اہل علم شریک تھے۔ (۱) ملا سید محمد فائق امٹھوی (۲) ملا وجیہ الرب (۳) ملا محمد اکرم۔

افسوس کہ ان تینوں کے حالات محض نام اور کام (فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں شرکت) کی حد تک ملتے ہیں۔ باقی دیگر تفصیلات سے کتب تذکرہ و سوانح خاموش ہیں۔ ملا سید محمد فائق امٹھوی اسم بامسمیٰ عالم دین تھے اور علوم و فنون میں فائق و ممتاز تھے۔ اورنگ زیب عالم گیر نے مولفین فتاویٰ عالمگیری میں آپ کو بھی شامل کیا اور آٹھ روپے یومیہ وظیفہ کے ساتھ ایک سو پچاس بیگھہ مزد و عدا راضی جاگیر کے طور پر عنایت کی۔ آپ سندی سید تھے۔ شاہی فرامین میں آپ کو ”سید“ تسلیم کیا گیا ہے۔ شاہی فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد کے نام سید محمد شائق تھا۔ ملا سید محمد فائق، ملا محمد شفیع عثمانی کے سمدھی اور ان کے صاحب زادے مولانا قاضی بدیع الزماں امٹھوی کے خسر (سسر) تھے۔

مولوی مجیب اللہ صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا سید محمد فائق، ملا محمد شفیع عثمانی (گیاوی) کے صاحب زادے مولانا قاضی بدیع الزماں کے خسر تھے اور ”فتاویٰ عالمگیری“ کی جمع و ترتیب میں شریک تھے۔ جس کی شاہی سند ان کے خاندان میں اب تک موجود ہے۔“^(۱)

مولانا سید محمد طہ اشرف امٹھوی رقم طراز ہیں:

(۱) ... فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مولفین، ص: ۱۲۱، تاج کمپنی، دہلی۔

”حضرت مولانا سید محمد فائق بھی جامعین ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ایک رکن کی حیثیت رکھتے تھے، آپ کے نام سے علاحدہ سند ہے۔ آپ کو یومیہ وظیفہ ملتا تھا، پھر ایک سو پچاس بیگھہ زمین لائق زراعت جاگیر میں ملی۔ آپ سندی سید تھے، فرامین شاہی میں آپ کو سید تسلیم کیا گیا ہے، آپ کی سند کا مضمون بھی تھوڑے اختلاف کے ساتھ وہی ہے۔“

”شرح یادداشت واقعہ روز جمعہ ششم شہر ذی قعدہ ۱۰۱۶ھ جلوس والا موافق ۱۰۸۴ھ مبلغ دو نیم روپیہ بلا قصور یومیہ ہم راہ ملا محمد اکرم دروجہ مد معاش سید محمد فائق ولد سید محمد شائق بشرط جمع فتاویٰ عالمگیری عوض یومیہ مذکورہ یک صد و پنجاہ بیگھہ زمین افتادہ لائق زراعت از پرگنہ ایکل سرکار و صوبہ بہار دروجہ مد معاش او مرحمت فرمودیم۔“^(۱)

(۱)... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ۔ اپریل ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۷، جلد: ۷۔

ملا محمد اکرم امٹھوی گیاوی

مولفینِ فتاویٰ عالمگیری میں ایک اہم اور نمایاں نام ملا محمد اکرم امٹھوی (گیاوی) کا بھی ہے۔ آپ عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ایک باکمال مفتی اور بے مثال قاضی تھے۔ آپ کو دار الحکومت دہلی کے ”موروثی مفتی“ ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و تالیف میں آپ کی شرکت کی سب سے مضبوط اور مستحکم دلیل اور نگ زیب عالمگیر کا وہ شاہی فرمان ہے، جس میں ملا سید محمد فائق کے ساتھ آپ کا نام مولفینِ فتاویٰ عالمگیری کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے۔

سند کا متن یہ ہے: ہمراہ ملا محمد اکرم دروجہ معاش سید محمد فائق ولد سید محمد شائق بشرط جمع فتاویٰ عالمگیری...^(۱)

کتاب ”ماثر عالمگیری“ جو عہد اور نگ زیب کے حالات و واقعات کے سلسلے میں ایک مستند ماخذ رکھتی ہے۔ اس میں ملا محمد اکرم امٹھوی کو ”موروثی مفتی“ لکھا گیا ہے اور قلعہ معلیٰ کی خدمتِ قضا آپ کے سپرد کیے جانے کی صراحت کی گئی ہے۔

مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ کریں:

مولانا محمد فائق کے ساتھ یہ (ملا محمد اکرم) بھی فتاویٰ عالمگیری کی جمع و ترتیب میں شریک تھے اور ان کو بھی دربار شاہی سے یومیہ وظیفہ ملتا تھا۔

مبلغ دوینیم روپیہ بلا قصور یومیہ ہمراہ ملا محمد فائق دروجہ معاش..... بشرط جمع فتاویٰ عالمگیری.....

یعنی ملا محمد اکرم کو بھی ملا محمد فائق کے ساتھ دو روپے آٹھ آنے یومیہ وظیفہ اس شرط کے

(۱) ... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ۔ اپریل ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۷، جلد: ۳۔

ساتھ مقرر ہوا کہ وہ ”فتاویٰ عالمگیری“ کے جمع و ترتیب میں حصہ لیں گے۔
ملا اکرم دارالحکومت (دہلی) کے موروثی مفتی تھے۔ ۱۱۰۹ھ میں اردوئے معلیٰ (قلعہ معلیٰ) کے قاضی ملا عبداللہ کے انتقال کے بعد عہدہ قضا بھی ان کے سپرد ہوا۔

”ماثر عالمگیری“ میں ہے:

قاضی عبداللہ نے مرض فالج میں دنیا کو خیر باد کہا۔ ان کے بجائے ملا محمد اکرم جو دارالحکومت کے موروثی مفتی تھے، اردوئے معلیٰ کی خدمت قضا پر حضور پُر نور میں (اورنگ زیب عالمگیر کے دربار میں) طلب فرما لیے گئے۔^(۱)

مولانا سید محمد لطیف اشرف امتھوی کے بقول:

جامعین فتاویٰ عالمگیری میں حضرت مولانا سید محمد فائق کے ساتھ ملا محمد اکرم بھی شریک رہے۔ مزید حالات کچھ معلوم نہ ہو سکے۔^(۲)

(۱)... فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مؤلفین، ص: ۱۲۱-۱۲۲، تاج کمپنی، دہلی۔

(۲)... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ۔ اپریل ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۷، جلد: ۳۔

ملا وجیہ الرب امٹھوی گیاوی

ضلع گیا، بہار کے مایہ ناز فرزندوں میں ملا وجیہ الرب امٹھوی علیہ السلام کا نام اس حیثیت سے نمایاں ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و تدوین میں اپنی نمایاں خدمات پیش کرنے والے علمائے کرام و مفتیان عظام میں آپ بھی شامل رہے۔ آپ کے حالات تذکرہ و سوانح کی کتابوں میں نہیں ملتے۔ فرمان شاہی کی مندرجہ ذیل عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ملا محمد شفیع عثمانی گیاوی کے ساتھ آپ بھی فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں شریک تھے اور مغل سلطنت کے طرف سے آپ کو یومیہ وظیفہ ملتا تھا۔

شاہی فرمان کی اصل عبارت یہ ہے:
”شرط جمع فتاویٰ عالمگیری بہ ہمراہی شیخ وجیہ الرب مرحوم در وجہ مدد معاش شیخ محمد شفیع ولد شیخ شریف محمد مقرر بود۔“

ڈاکٹر علاء الدین خان اس شاہی فرمان کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
”اس عبارت سے اتنا اشارہ ملتا ہے کہ ملا وجیہ الرب، فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں شریک تھے اور بادشاہ کے طرف سے انھیں بھی وظیفہ ملتا تھا۔“^(۱)
مولانا سید محمد طہ اشرف امٹھوی لکھتے ہیں:

آپ کے حالات کچھ معلوم نہ ہو سکے۔ بجز اس کے کہ فتاویٰ عالمگیری کی جمع و تالیف میں حضرت مولوی معنوی (ملا شفیع عثمانی گیاوی) کے ساتھ آپ بھی شریک تھے فرمان شاہی میں آپ کا نام بھی مندرج ہے۔^(۲)

(۱) ... عہد اورنگ زیب میں علما کے خدمات، ص: ۲۵۲۔

(۲) ... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ۔ اپریل ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۷، جلد: ۳۔

"فتاویٰ عالمگیری" کو برصغیر ہندوپاک میں جو شہرت و عظمت حاصل ہوئی، غالباً وہ شہرت و عظمت خود مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کو میسر نہ آسکی۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ فقہ وافتا کی یہ شاہ کار کتاب تو زندہ رہ گئی، مگر اس کے مؤلفین و مرتبین گم نام ہو گئے اور تاریخ ہمارے سامنے پانچ سو سے زائد ان تمام علما و فقہاء کی داستان حیات نہ پیش کر سکی، جنہوں نے اپنے قلم کی روشنائی کو شہیدوں کے خون سے زیادہ با وزن ثابت کرتے ہوئے ایک عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا تیار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

میں نوجوان عالم و فاضل، باکمال شاعر و محقق، ادیب لیبیب اور مایہ ناز محرّر و مصنف علامہ طفیل احمد مصباحی صاحب قبلہ سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کو مبارک باد پیش کرتا ہوں؛ جنہوں نے تاریخ کے گھنے جنگل سے درجنوں خوبصورت پھول چنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے اور "فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین ہمار" کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں تحقیق و تاریخ اور سوانحی ادب کا ایک بیش قیمت گلدستہ پیش کیا ہے۔ یقیناً اس نوجوان مصباحی کی یہ جگر کاوی اور تنقید و ادب کا یہ خوبصورت گلدستہ رہ رواں فکر و قلم کے لیے نقش راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس علمی توشہ کو موصوف کے لیے زادِ راہ بنائے۔ اور آئندہ بھی مزید علمی خدمات کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

یکے از گدائے حافظ ملت

مقبول احمد سالک مصباحی

بانی و مہتمم۔ جامعہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
نئی دہلی۔